مسنون رکعات تراویح

دلائل کی روشنی میں

۸ / ۲۰

از
ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی
داعی اسلامک انفارمیشن سنیٹر، ممبئی۔

ناشر
Islamic Information Centre

نام کتاب : مسنون رکعات تراویح دلائل کی روشنی میں
مؤلف : ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی
ناشر : اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی۔
اشاعت : ۲۰۱۴ء

ملنے کے پتے :-

☆ عمری بک ڈپو، نزد مدرسہ تعلیم القرآن، اشوک نگر، کرلا، ممبئی

☆ مدرسہ رحمانیہ سلفیہ، کملا رامن نگر، بیگن واڑی، گوونڈی، ممبئی

☆ مدرسہ تنویر الاسلام، سعد اللہ پور، پوسٹ کسمہی، سدھارتھ نگر، (یو، پی)

☆ مرکز مکتبہ الاسلام، ایوان ہمدرد، مسلم چوک، گلبرگہ، کرناٹک، انڈیا۔

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیرنظر کتاب میں رکعات تراویح کی مسنون تعداد کو ثابت کیا گیا ہے۔مسنون تعداد کا مطلب وہ تعداد جو اللہ کے نبی ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہے۔یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ رکعات تراویح کی مسنون تعداد اور رکعات تراویح کی اختیاری تعداد میں فرق ہے۔مسنون تعداد کا مطلب یہ ہے کہ جو تعداد اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت ہے اور اختیاری تعداد کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعداد جو بعض امتیوں نے اپنی طرف سے اپنے لئے منتخب کی ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ایک نفل نماز ہے اس لئے جتنی رکعات چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

اس فرق کی روشنی میں مسنون رکعات تراویح گیارہ رکعات بشمول وتر یعنی آٹھ رکعات مع وتر ہے۔اور جو اہل علم اختیاری تعداد کے قائل ہیں ان کے یہاں اس کی کوئی حد متعین نہیں ہے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ یہ نفل نماز ہے لہٰذا اپنی استطاعت کے مطابق جو جتنی تعداد چاہے اختیار کرسکتا ہے۔چنانچہ بعض نے مسنون تعداد ہی کو اختیار کیا ہے اور بعض نے ۱۹/۲۰/۲۴/۲۸/۳۵/۳۶/۳۸/۳۹/۴۱/۴۷ میں سے کسی تعداد کو اختیار کیا ہے۔[فتح الباری:۲۵۳/٤،عمدة القاری: ۱۱/ ۱۲۷]۔

بعض لوگ مغالطہ دیتے ہوئے عوام سے یہ کہتے ہیں کہ جو لوگ آٹھ سے زائد رکعات کے قائل ہیں وہ سب ۲۰ کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ مسنون تعداد سے زائد کے قائل ہیں ان کے مختلف اقوال ہیں کیونکہ وہ کسی متعین تعداد کو لازم سمجھتے ہی نہیں۔

یادرہے کہ چودہ سوسالہ اسلامی دور میں ہمارے علم کی حد تک کسی بھی ثقہ اور مستند عالم نے اس بات سے اختلاف نہیں کیا ہے کہ مسنون رکعات تراویح کی تعداد آٹھ مع وتر ہی ہے۔جن لوگوں نے آٹھ سے زائد کی بات کہی ہے انہوں نے اس اضافہ کو جائز تو کہا ہے مگر اسے مسنون یعنی سنت رسول ﷺ نہیں کہا ہے۔

اس سلسلے میں ہم راجح اسی بات کو سمجھتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ سے جو تعداد ثابت ہے یعنی جو مسنون تعداد ہے اسی کو اختیار کیا جائے اور یہ آٹھ رکعات مع وتر یعنی بشمول وتر کل گیارہ رکعات ہے۔اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اسی تعداد پر تھا۔جیسا کہ اس کتاب میں اسی بات کو صحیح روایات کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

رکعات تراویح سے متعلق دعوائے اجماع، قیاس اور عمل اہل مکہ و مدینہ وغیرہ کے حوالے سے ہم نے اپنی دوسری کتاب **"آٹھ (۸) رکعات تراویح اور غلط فہمیوں کا ازالہ"** میں مفصل گفتگو کی ہے۔قارئین کسی بھی غلطی پر آگاہ ہوں تو ہمیں مطلع کریں ہم اس کی اصلاح کریں گے۔ان شاءاللہ۔

ابوالفوزان کفایت اللہ سنابلی

باب اول: رکعات تراویح اورمرفوع احادیث

فصل اول:آٹھ رکعات تراویح سے متعلق صحیح احادیث

پہلی حدیث

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶) نے کہا:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا.

ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ آپ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی چار رکعت پڑھتے، تم ان کی حسن وخوبی اورطول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، ان کی بھی حسن وخوبی اورطول کا حال نہ پوچھو، آخر میں تین رکعت (وتر) پڑھتے تھے۔ میں نے ایک بار پوچھا، یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

[صحيح البخاري:٤٥/٣، كتاب صلاة التراويح:باب فضل من قام رمضان، رقم:٢٠١٣]۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کی مسنون رکعات آٹھ ہیں۔ بعض لوگ اس حدیث پرعمل نہ کرنے کا یہ بہانا بناتے ہیں کہ اس حدیث میں تہجد کی رکعات کا ذکر ہے نہ کہ تراویح کی رکعات کا۔

عرض ہے کہ اول تو تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہے یعنی صلاۃ اللیل رات کی نماز، ان دونوں میں فرق حالات کے لحاظ سے ہے یعنی رات کی نماز عام دنوں میں پڑھی جائے تو اسے تہجد کہتے ہیں اور رمضان میں اسی کا نام نمازِ تراویح ہے حالات کے لحاظ سے اس کی صفات میں بھی تبدیلی ہوتی ہے یعنی رمضان میں یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے لیکن عام دنوں میں جماعت کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی لیکن بعض حالات میں صفات کی تبدیلی اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ دونوں الگ الگ نماز ہیں۔

مثال کے طور پر ظہر کی فرض نماز عام حالات میں چار رکعات پڑھی جاتی ہے لیکن اگر کوئی سفر میں ہوتو اس کے لئے قصر ہے یعنی وہ صرف دو رکعات پڑھتا ہے ظاہر ہے حالت سفر میں اس نماز کی صفت

الگ ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کوئی الگ نماز ہے بلکہ یہ وہی ظہر کی نماز ہے جو حضر میں چار رکعات پڑھی جاتی ہے لیکن سفر میں اس کی کیفیت بدل گئی ہے۔

تقریباً یہی مثال رات کی نماز کی ہے عام دنوں میں یہ فرداً فرداً پڑھی جاتی ہے لیکن رمضان میں یہ جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے لیکن حالات کے لحاظ سے صفت کی یہ تبدیلی اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ الگ الگ نمازیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر فرض کرلیں کہ الگ الگ نمازیں ہیں تو ایسی صورت میں مذکورہ حدیث کی رو سے دونوں نمازوں کی تعداد یکساں ماننا لازمی ہوگا کیونکہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کی تعداد یکساں بتلائی ہے، چنانچہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو سوال ہوا تھا وہ رمضان کی خاص نماز یعنی تراویح کے سلسلے میں ہوا تھا لیکن اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے تراویح اور تہجد دونوں کی رکعتوں کی تعداد یکساں بتلاتے ہوئے جواب دیا۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اس حدیث میں تراویح کی تعداد کا ذکر نہیں تو یہ لازم آئے گا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کے اصل سوال کا جواب ہی نہیں دیا کیونکہ اصل سوال تو تراویح ہی کے بارے میں ہوا تھا لہٰذا یہ ماننا ضروری ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصل سوال کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ ایک زائد بات بھی بتلادی یعنی تراویح کی رکعات بتلانے کے ساتھ ساتھ تہجد کی رکعات بھی بتلادی۔

ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ سائل کا سوال تراویح سے متعلق نہ تھا بلکہ تہجد سے متعلق تھا اس لئے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے رمضان وغیر رمضان میں اس کی تعداد یکساں بتلائی۔

جواباً عرض ہے کہ سائل کا سوال عام تہجد سے متعلق ہوتا تو سائل کو رمضان کی شرط لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر سوال عام تہجد سے متعلق تھا تو سائل کو عام الفاظ ہی میں سوال کرنا چاہیئے تھا، لیکن سائل نے عام الفاظ میں سوال نہیں کیا ہے بلکہ خاص رمضان کا نام لیکر رمضان کی خاص نماز کے بارے میں پوچھا اور یہ سب کو معلوم ہے کہ رمضان کی خاص نماز اہل علم کی اصطلاح میں تراویح کے نام سے جانی جاتی ہے، لہٰذا سائل کا سوال تراویح ہی سے متعلق تھا۔

تہجد اورتراویح کے ایک ہونے سے متعلق دس دلائل

پہلی دلیل:

صحیح بخاری کی پیش کردہ حدیث میں سائل نے رمضان کی نماز یعنی تراویح کے بارے میں سوال کیا تھا لیکن اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے تراویح اور تہجد دونوں کو ایک ہی نماز مان کر دونوں کے بارے میں ایک ہی جواب دیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے۔

دوسری دلیل:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح اور تہجد الگ الگ پڑھنا ثابت نہیں ہے یہی اس بات کی

دلیل ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔

حنفیوں کے انور شاہ کشمیری تراویح اور تہجد کے ایک ہی نماز ہونے کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وإنّما يثبُتُ تغايُرُ النَّوْعَيْن إذا ثَبَت عن النبيِّ صلى الله عليه وسلّم أنه صلى التهجُّدَ مع إقامَتِهِ بالتراويحِ.

دونوں نمازوں کا الگ الگ نماز ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب اس بات کا ثبوت مل جائے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے تراویح پڑھنے کے ساتھ ساتھ تہجد بھی پڑھی ہے۔[فیض الباری :٢٣/٤]۔

تیسری دلیل:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُصَلِّ بِنَا، حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ مِنَ الشَّهْرِ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا فِي السَّادِسَةِ، وَقَامَ بِنَا فِي الخَامِسَةِ، حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ نَفَّلْتَنَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِنَا هَذِهِ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ مَنْ قَامَ مَعَ الإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتَّى بَقِيَ ثَلَاثٌ مِنَ الشَّهْرِ، وَصَلَّى بِنَا فِي الثَّالِثَةِ، وَدَعَا أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ، فَقَامَ بِنَا حَتَّى تَخَوَّفْنَا الفَلَاحَ، قُلْتُ لَهُ: وَمَا الفَلَاحُ، قَالَ: السُّحُورُ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے آپ نے تئیسویں رات تک ہمارے ساتھ رات کی نماز نہیں پڑھی (یعنی تراویح) پھر تیئسویں رات کو ہمیں لے کر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی پھر چوبیسویں رات کو نماز نہ پڑھائی لیکن پچیسویں رات کو آدھی رات تک نماز (تراویح) پڑھائی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری آرزو تھی کہ آپ رات بھر ہمارے ساتھ نوافل پڑھتے آپ نے فرمایا جو شخص امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز میں شریک رہا اس کے لئے پوری رات کا قیام لکھ دیا گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستائیسویں رات تک نماز نہ پڑھائی۔ ستائیسویں رات کو پھر کھڑے ہوئے اور ہمارے ساتھ اپنے گھر والوں اور عورتوں کو بھی بلایا یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ فلاح کا وقت نہ نکل جائے راوی کہتے ہیں میں نے ابوذر سے پوچھا فلاح کیا ہے تو انہوں نے فرمایا سحری امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[سنن الترمذی:١٦٠/٣،رقم:٨٠٦،واسنادہ صحیح]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے دن تراویح کو اتنی دیر تک پڑھا تھا کہ صحابہ کو ڈر تھا کہ کہیں سحری کا موقع ملے ہی نہ۔ ظاہر ہے کہ جب سحری کا وقت نہ ملنے کا خوف تھا تو تہجد کا وقت ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اگر تراویح اور تہجد دونوں الگ الگ نماز ہوتی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کو اتنی تاخیر تک نہ پڑھتے کہ سحری کا وقت بھی مشکل سے ملے۔

نیز صحابۂ کرام یہ نہ کہتے کہ ہمیں یہ ڈر ہوا کہ کہیں سحری کا وقت نہ ملے بلکہ یوں کہتے کہ ہمیں یہ ڈر ہوا کہ کہیں تہجد ہی کا وقت نہ ملے۔

مزید یہ کہ یہ حدیث اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اس رات تراویح کے بعد تہجد کے لئے کوئی موقع تھا ہی نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات تہجد نہیں پڑھی۔ اگر تراویح اور تہجد دونوں الگ الگ نمازیں ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رات بھی تہجد خود پڑھتے اور صحابہ کو بھی اس کا موقع دیتے۔

چوتھی دلیل:

عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ.

قیس بن طلق بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ایک رات میں دو وتر نہیں ہے۔[ترمذی ت شاکر:۔ ۲/۳۳۳،رقم: ٤٧٠]۔

یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے ساتھ وتر بھی پڑھی تھی جیسا کہ آگے حدیث آرہی ہے۔ اور وتر کی نماز تہجد کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے۔

اگر تراویح اور تہجد الگ الگ مانیں تو یہ لازم آئے گا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار وتر پڑھی ہے اور یہ ناممکن ہے کیونکہ مذکورہ حدیث میں خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہے۔

پانچویں دلیل:

جابر رضی اللہ عنہ کی صحیح اور صریح حدیث آگے آرہی ہے جس میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعات اور وتر بھی پڑھی ہیں، اور رکعات کی یہی تعداد اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذکورہ حدیث میں بھی بیان کی ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔

چھٹی دلیل:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو جب تراویح کی نماز جماعت سے پڑھائی تھی تو تین دن پڑھانے کے بعد آپ نے جماعت سے تراویح پڑھانا چھوڑ دیا تھا اور ابن حبان کی روایت کے

مطابق اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا:

کرهت أن يكتب عليكم الوتر.

میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ تم پر وتر فرض کردی جائے۔[صحیح ابن خزیمۃ:۔۱۳۸/۲]۔

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی نماز ہی کو وتر کہا ہے اور وتر یہ تہجد کی نماز ہی کے ساتھ ہے، یہ اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔

ساتویں دلیل:

خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ تراویح اور تہجد کو ایک ہی نماز سمجھتے تھے اسی وجہ سے وہ جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے کیونکہ عام طور سے لوگ اسے رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھتے تھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کے اخیر حصہ میں پڑھنا اسے بہتر سمجھتے تھے اس لئے آپ جماعت سے تراویح نہ پڑھ کر بعد میں رات کے اخیر حصہ میں تنہا پڑھتے تھے۔ اور اس پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے تھے:

والتي ينامون عنها أفضل من التي يقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون أوله.

اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سوجاتے ہیں اس حصہ سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔[صحیح البخاری:۔۴۵/۳،رقم:۲۰۱۰]۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تراویح اور تہجد کو ایک ہی نماز سمجھتے تھے، اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر میں تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہوتیں تو آپ تراویح بھی مسجد میں لوگوں کے ساتھ پڑھتے اور رات کے آخری حصہ میں تہجد بھی پڑھتے۔ نیز آپ تراویح کی نماز کو رات کے آخری حصہ میں پڑھنے کو افضل نہ بتلاتے۔ بلکہ اس فضیلت کو تہجد کی نماز ہی کے لئے خاص سمجھتے۔

حنفیوں کے انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يؤيده فِعْل عمرَ رضى الله تعالى عنه، فإنَّه كان يصلِّى التراويحَ فى بيته فى آخِر الليل، مع أنه كان أَمَرَهم أن يؤدُّوهَا بالجماعةِ فى المسجد، ومع ذلك لم يكن يدخُل فيها. وذلك لأنه كان يَعْلم أَنَّ عملَ النبيِّ صلى الله عليه وسلّم كان بأدائها فى آخِر الليل، ثُمَّ نَبَّهَهُم عليه قال: إنَّ الصلاةَ التى تقومون بها فى أول الليل مفضولةٌ عمَّا لو كُنتم تقيمونَها فى آخِر اللَّيل. فجعلَ الصلاةَ واحدةً.

اور تراویح اور تہجد کے ایک ہونے کی تائید عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل سے بھی ہوتی ہے کیونکہ

آپ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں رات کے اخیر میں تراویح پڑھتے تھے، جبکہ آپ نے لوگوں کو مسجد میں جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا تھا اس کے باوجود بھی آپ ان کے ساتھ شامل نہ ہوتے تھے، اور ایسا اس وجہ سے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو رات کے آخری حصہ میں پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے لوگوں کو اس پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا: جس نماز (تراویح) کو تم لوگ رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھتے ہو وہ فضیلت میں کمتر ہے بنسبت اس کے کہ اگر تم اسے رات کے آخری حصہ میں پڑھو۔ چنانچہ یہاں پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح اور تہجد کو ایک ہی نماز قرار دیا۔[فیض الباری:٤/٢٤]۔

آٹھویں دلیل:

محدثین نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو رمضان کے قیام یعنی تروایح اور تہجد دونوں طرح کے عناوین اور ابواب کے تحت ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ محدثین کی نظر میں تراویح اور تہجد ایک ہی ہے اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث میں تراویح اور تہجد ہی کی رکعات کا ذکر ہے۔ چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں کتاب " **صلاة التراويح** "میں اس حدیث کو درج کیا ہے اور اس پر "**فضل من قام رمضان**" یعنی تراویح پڑھنے کی فضیلت کا باب قائم کیا ہے۔ دیکھئے:

[صحیح بخاری:۔ کتاب صلاة التراویح :باب فضل من قام رمضان، ح:۲۰۱۳]۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو "**باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان**" یعنی رمضان میں تراویح کی رکعات کی تعداد کے بیان میں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے:[کتاب الصلاۃ:(جماع أبواب صلاۃ التطوع، وقیام شهر رمضان)باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان، ح:٤٢٨٥]۔

امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن الحسن نے مؤطا محمد میں "**باب: قیام شهر رمضان وما فیه من الفضل**" یعنی رمضان میں تراویح پڑھنے اور اس کی فضیلت کے بیان کے تحت ذکر کیا ہے۔ دیکھئے:[موطأ محمد بن الحسن الشیبانی:۔ابواب الصلاۃ:باب قیام شهر رمضان وما فیه من الفضل:ح:۲۳۹]۔

حنفیوں کے عبدالحئ لکھنوی نے مؤطا محمد کے اس باب کی تشریح کرتے ہوئے لکھا:

"**قوله:(قیام)شهر رمضان ویسمی التراویح**" یعنی ماہ رمضان کے قیام کا نام تراویح ہے۔[التعلیق المُمَجَّد للکنوی:۔ ۱/۳۵۱]۔

حنفی حضرات کہتے ہیں کہ بعض محدثین نے اس حدیث کو کتاب التہجد میں ذکر کیا ہے۔

عرض ہے کہ اس میں پریشان ہونی کی بات کیا ہے جب تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہیں تو

اس حدیث کا ذکر تراویح کے بیان میں بھی ہوگا اور تہجد کے بیان میں بھی ہوگا۔

چنانچہ محدثین نے اگر تہجد کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے تو تراویح کے بیان میں بھی اسے ذکر کیا ہے جیسا کہ اوپر حوالے دئے گئے۔

نویں دلیل:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ایک موضوع اور من گھڑت روایت نقل کی جاتی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعات تراویح پڑھی۔

اس حدیث کو مردود ثابت کرتے ہوئے بہت سارے محدثین واہل علم نے اسے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے خلاف قرار دیا ہے مثلاً:

امام بوصیری رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۴۰) (إتحاف الخیرة المهرة للبوصیری: ۔۲/۳۸۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲) (فتح الباری لابن حجر: ۔۴/۲۵۴)

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۱۱) (الحاوی للفتاوی: ۔۱/۴۱۴)

حنفیوں کے امام زیلعی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۲) (نصب الرایة للزیلعی: ۔۲/۱۵۳)

حنفیوں کے علامہ عینی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۵) (عمدة القاری: ۔ج: ۱۱، ص: ۱۸۲)

حنفیوں کے امام ابن الهمام الحنفی (المتوفی: ۸۶۱) (فتح القدیر للکمال ابن الهمام: ۔۱/۴۶۷)

ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندی حنفی (شرح الترمذی: ۔ج: ۱، ص: ۴۲۳)۔

ان تمام اہل علم کے الفاظ آگے آرہے ہیں۔

محدثین اہل علم کی جانب سے بیس رکعات تراویح والی روایت کے خلاف اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا پیش کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث تراویح سے متعلق ہے اور تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہے۔

دسویں دلیل:

جو تراویح پڑھ لے اہل علم نے اسے تہجد پڑھنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ:

حنفیوں کے انور شاہ کشمیری حنفی لکھتے ہیں:

ثُـمَّ إنَّ محمدَ بن نَصُر وَضَعَ عدَّة تراجِمَ فی قیام اللیل، و کتب أنَّ بعض السَّلَف ذهبوا إلی مَنُع التهجُّد لِمَن صلَّی التروایح.

نیز محمد بن نصر نے قیام اللیل کے بارے میں کئی ابواب قائم کئے ہیں اور لکھا ہے کہ بعض سلف نے

اس شخص کو تہجد پڑھنے سے منع کیا ہے جس نے تراویح پڑھ لی ہے۔[فیض الباری:٤/ ٢٤]۔
یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہے۔
ان دلائل سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہے۔
اور تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کا نظریہ دراصل صحیح بخاری کی اس حدیث پر عمل کرنے سے بچنے کے لئے پیش کیا گیا ہے۔
واضح رہے کہ متقدمین میں سے کسی ایک بھی عالم نے یہ نہیں کہا ہے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نماز ہے۔
حنفیوں کے انور شاہ کشمیری نے بھی صاف طور سے اعلان کیا ہے کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہے۔ بلکہ حنفی لوگ تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کے لئے جتنے بھی دلائل دیتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تراویح اور تہجد کی الگ الگ صفات گناتے اور اسی کو دلیل بناتے ہیں کہ یہ الگ الگ نمازیں ہیں۔
انور شاہ کشمیری حنفی اس بے بنیاد دلیل کا رد کرتے ہوئے اور تراویح اور تہجد کو ایک ہی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال عامَّة العلماء: إنَّ التراويحَ وصلاةَ الليل نوعانِ مختلفان. والمختار عندى أنهما واحدٌ وإن اختلفت صفتاهما، كعدم المواظبة على التراويح، وأدائها بالجماعة، وأدائها فى أول اللَّيل تارةً وإيصالها إلى السَّحَر أُخرى. بخلاف التهجُّد فإنه كان فى آخِر الليل ولم تكن فيه الجماعة. وجَعْلُ اختلافِ الصفات دليلا على اختلاف نوعيهما ليس بجيِّدٍ عندى، بل كانت تلك صلاةً واحدةً، إذا تقدَّمت سُمِّيت باسم التراويح، وإذا تأخَّرت سُمِّيت باسم التهجُّد، ولا بِدْعَ فى تسميتها باسمين عند تغايُرِ الوَصْفَين، فإنَّه لا حَجْر فى التغاير الاسمى إذا اجتمعت عليه الأُمةُ. وإنَّما يثبُتُ تغايُرُ النَّوْعَيْن إذا ثَبَت عن النبيِّ صلى الله عليه وسلّم أنه صلى التهجُّدَ مع إقامَتِهِ بالتراويحِ.

عام طور سے (ہمارے حنفی) علماء نے کہا ہے کہ: تراویح اور تہجد دو الگ الگ نماز ہے، لیکن میرے نزدیک یہ دونوں ایک ہی نماز ہیں گرچہ ان دونوں کی صفات الگ الگ ہیں۔ مثلاً تراویح کی مواظبت ہوتی ہے، اسے جماعت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اسے رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھا جاتا ہے اور کبھی کبھی سحر تک پڑھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف تہجد کو رات کے آخری حصہ میں پڑھا جاتا ہے اس میں جماعت نہیں ہوتی ہے۔ اور صفات کے الگ الگ ہونے کو ان دونوں نماز کے الگ الگ

ہونے کی دلیل بنانا میرے نزدیک بہتر نہیں ہے۔ بلکہ تراویح اور تہجد یہ دونوں ایک ہی نماز ہیں جب اسے پہلے پڑھا جاتا ہے تو اسے تراویح کا نام دیا جاتا ہے اور جب اسے تاخیر سے پڑھا جاتا ہے تو اسے تہجد کا نام دیا جاتا ہے۔اور صفات کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے اسے دو نام سے موسوم کرنا بدعت کی بات نہیں ہے کیونکہ اتفاق امت سے مختلف نام رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔البتہ یہ دو الگ الگ نمازیں اسوقت ثابت ہوتی جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہوتا کہ آپ نے تراویح پڑھنے کے ساتھ ساتھ تہجد بھی پڑھی ہے۔[فیض الباری علی صحیح البخاری:۔۵۶۷/۲]۔

اس عبارت میں انور شاہ کشمیری نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ محض صفات کے الگ الگ ہونے سے نوعیت کی علیحدگی کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

نیز گذشتہ سطور میں ہم بھی واضح کر چکے ہیں کہ ظہر کی نماز حضر میں چار رکعات جماعت کے ساتھ فرض ہے۔

لیکن سفر میں قصر کرتے ہوئے صرف دو رکعات فرض ہے اور جماعت بھی ضروری نہیں ہے۔

اب دیکھئے ان دونوں کی صفات میں کتنا فرق ہو گیا۔

حضر کی ظہر مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور چار رکعات پڑھی جاتی ہے،لیکن سفر میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا ضروری نہیں نیز صرف دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔

لیکن صفات کی اس تبدیلی کو ہم اس بات کی دلیل نہیں بنا سکتے کہ یہ حضر کی ظہر اور سفر کی ظہر یہ دونوں الگ الگ نمازیں ہیں۔

الغرض یہ کہ بعض حالات میں اگر کسی نماز کی صفات بدل گئیں تو محض بعض حالات میں بدلی ہوئی صفات کی بنا پر اسے الگ نماز نہیں کہا جاسکتا۔

تنبیہ:

یاد رہے کہ اس حدیث میں جو یہ ذکر ہے:

يُصَلِّى أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَئلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّى أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَئلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی چار رکعت پڑھتے ،تم ان کی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے ،ان کی بھی حسن وخوبی اور طول کا حال نہ پوچھو۔

تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار چار رکعات ایک سلام سے پڑھتے ، کیونکہ

یہاں چار رکعات کے بعد سلام پھیرنے کی صراحت نہیں ہے، لہٰذا یہاں مطلب صرف یہ ہے کہ چار رکعات پڑھ کر ٹھہرتے تھے۔ اور سلام ہر دو رکعت پر ہی پھیرتے تھے جیسا کہ خود اماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے دوسری حدیث میں صراحت کردی ہے جو اس کے بعد آرہی ہے۔

دوسری حدیث

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۱) نے کہا:

حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ -وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ- إِلَى الْفَجْرِ، إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ، وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ، وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے فجر کی نماز کے درمیان تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت کے ذریعہ وتر بنالیتے پھر جب مؤذن فجر کی اذان دے کر خاموش ہوجاتا تو فجر ظاہر ہوجاتی اور مؤذن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر ہلکی ہلکی دو رکعت پڑھتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن اقامت کہنے کے لئے آتا۔[صحیح مسلم:۔ ۵۰۸/۱ كتاب صلاة المسافرين وقصرها:باب صلاة الليل، وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم في الليل، وان الوتر ركعة، وان الركعة صلاة صحيحة ،رقم: ۷۳۶]۔

اس حدیث میں عموم کے ساتھ یہ بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء اور فجر کے بیچ صرف گیارہ رکعات مع وتر پڑھتے تھے۔ اس عموم میں رمضان کی تراویح بھی شامل ہے کیونکہ تراویح وہی نماز ہے جسے عام دنوں میں تہجد کہا جاتا ہے۔ اس بارے میں تفصیل گذشتہ حدیث کے ضمن گذر چکی ہے۔

تیسری حدیث

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۱۱) نے کہا:

نا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ، نا مَالِكٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، نا يَعْقُوبُ، ح وَثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعِجْلِيُّ، نا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، نا يَعْقُوبُ وهو ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقُمِّيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

فِي رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَالْوِتْرَ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا، فَلَمْ نَزَلْ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَصْبَحْنَا، فَدَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجَوْنَا أَنْ تَخْرُجَ إِلَيْنَا فَتُصَلِّيَ بِنَا، فَقَالَ: كَرِهْتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات تراویح اور وتر پڑھائی پھر اگلی بار ہم مسجد میں جمع ہوئے اور یہ امید کی کہ اللہ کے نبی ہمارے پاس (امامت کے لئے) آئیں گے یہاں تک کہ صبح ہوگئی، پھر اللہ کے نبی ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ہمیں امید تھی کہ آپ ہمارے پاس آئیں گے اور امامت کرائیں گے، تو آپ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہوا کہ وتر تم پر فرض نہ کردی جائے۔[صحيح ابن خزيمة :١٣٨/٢،رقم:١٠٧٠]۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس کے تمام راوۃ ثقہ ہیں تفصیل ملاحظہ ہو:

۞ عیسیٰ بن جاریہ رحمہ اللہ کا تعارف:

جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کرنے والے ''عیسیٰ بن جاریہ'' ہیں، یہ ثقہ ہیں۔ان کی توثیق پر محدثین کے اقوال ملاحظہ ہوں:

۞ امام أبوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲٦۴) نے کہا:

لا بأس به.

ان میں کوئی حرج کی بات نہیں یعنی یہ ثقہ ہیں۔[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۔٢٧٣/٦]۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا:

وثقه أبو زرعة.

ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔[مجمع الزوائد للهيثمي:۔٨٨/٢]۔

۞ امام ابن خزیمۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۱۱) نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے جیسا کہ ان کی کتاب صحیح ابن خزیمہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

یادرہے کہ ناقد محدث کی طرف سے کسی راوی کی روایت کی تصحیح یا تحسین اس کی توثیق ہوتی ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے:(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ:۔ص:٦۸۹،ایضاص:٦۹۰)۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴) نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔دیکھیں:[الثقات لابن حبان ت االعثمانية:۔٢١٤/٥]۔

نیز امام ابن حبان نے ان کی اسی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے دیکھئے:[صحيح ابن حبان:۔١٦٩/٦]۔

۞ امام أبو یعلی الخلیلی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۴۶) نے کہا:

عِيسَى بْنُ جَارِيَةَ تَابِعِيٌّ .... وَرَوَى عَنْهُ الْعُلَمَاء ُمَحِلُّهُ الصِّدْقُ.

عیسیٰ بن جاریہ تابعی ہیں، ان سے علماء نے روایت کیا ہے یہ سچے ہیں۔[الإرشاد فی معرفة علماء الحديث للخليلى:۔۷۸۵/۲]۔

۞ امام منذری رحمہ اللہ (المتوفی:٦٥٦) ان کی ایک روایت کے بارے میں کہا:

رواه أبو يعلى بإسناد جيد وابن حبان فی صحيحه.

اسے ابویعلیٰ نے جید سند سے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔[الترغيب والترهيب للمنذرى :۔۲۹۳/۱،رقم:۱۰۸۱]۔

نیز دیکھیں:[الترغيب والترهيب ،ط، مكتبه المعارف :۔ص:۳۲۸،رقم:۱۰٤۷]۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸) نے ان کی اسی روایت کے بارے میں کہا:

إسناده وسط.

اس کی سند اوسط درجے کی ہے۔[ميزان الاعتدال للذهبى:۔۳۱۱/۳]۔

۞ امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۷) ان کی ایک روایت کے بعد کہا:

رواه أبو يعلى والطبرانی فی الأوسط بنحوه وفی الكبير باختصار ورجال أبی يعلى ثقات.

اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے ''اوسط'' میں اسی جیسا روایت کیا ہے اور ''کبیر'' میں اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابویعلیٰ کے رجال ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد للهيثمى:۲۱۹/۲]۔

۞ امام بوصیری رحمہ اللہ (المتوفی:۸۴۰) نے ان کی ایک روایت کے بارے میں کہا:

هَذَا إِسْنَاد حسن يَعْقُوب مُخْتَلف فِيهِ وَالْبَاقِي ثِقَات.

یہ سند حسن ہے یعقوب مختلف فیہ ہے اور باقی رجال ثقہ ہیں۔[مصباح الزجاجة للبوصيرى:۔۲٤٥/٤]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲) نے ان کی ایک روایت کے بارے میں کہا:

رجاله ثقات.

اس کے رجال ثقہ ہیں۔[الإصابة لابن حجر:۔۳٤۹/۳،رقم:۳۹۱۳]۔

احناف نے بھی اس راوی کو ثقہ مانا ہے چنانچہ ان کی ایک روایت نقل کرکے نیموی حنفی نے کہا:

اسناده صحيح.

اس کی سند صحیح ہے۔[آثارالسنن :۔٦١ ٩]۔

بلکہ احناف نے ان کی اس حدیث کو بھی صحیح تسلیم کیا ہے چنانچہ:

ملا علی القاری (المتوفی:۱۰۱۴) نے کہا:

فإنه صح عنه أنه صلى بهم ثماني ركعات والوتر.

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے صحابہ کو آٹھ رکعات اور وتر پڑھائی۔[مرقاة المفاتيح للملا القاري:۔۳/۹۷۱]۔

انور شاہ رحمہ اللہ (المتوفی:۱۳۵۳)

وفي الصحاح صلاة تراويحه عليه الصلاة والسلام ثماني ركعات.

اور صحیح حدیث کی کتب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح آٹھ رکعات تھی۔[العرف الشذی للکشمیری:۔۱/۴۱۲]۔

جارحین کے اقوال کا جائزہ

۞ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳) نے کہا:

عيسى بن جارية عنده أحاديث مناكير.

عیسیٰ بن جاریہ، ان کے پاس منکر احادیث ہیں۔[تاريخ ابن معين، رواية الدوري:۔۴/۳۶۹]۔

ان الفاظ میں عیسیٰ بن جاریہ پر براہِ راست جرح نہیں ہے کیونکہ امام ابن معین نے کہا ہے کہ ان کے پاس منکر احادیث ہیں، اور کسی کے پاس محض منکر احادیث کا ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ راوی منکر الحدیث ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸) نے کہا:

ما كل من روى المناكير يضعف.

ایسا نہیں ہے کہ جس کسی نے بھی منکر احادیث روایت کی وہ ضعیف قرار پائے گا۔[میزان الاعتدال للذهبي:۔۱/۱۱۸]۔

مزید یہ کہ بعض محدثین محض تفرد کے معنی میں بھی نکارت کی جرح کرتے ہیں یعنی منکر کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فلاں راوی کی احادیث ایسی ہیں جن کی متابعت نہیں ملتی۔ اور محض اس چیز سے راوی پر لازمی جرح ثابت نہیں ہوتی ہے۔ دیکھئے:[شفاء العليل بألفاظ وقواعد الجرح والتعديل:۔ص:۳۱۰تا ۳۱۱]۔

ہم عیسیٰ بن جاریہ ہی سے متعلق امام ابن معین رحمہ اللہ کے دیگر اقوال دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے

کہ امام ابن معین رحمہ اللہ نے تفرد کے معنی میں ہی ان کی احادیث کو منکر کہا ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے موقع پر امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا:

روى عنه يعقوب القمي لا نعلم أحدا روى عنه غيره وحديثه ليس بذاك.

ان سے یعقوب القمی نے روایت کیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ان کے علاوہ بھی کسی نے ان سے روایت کیا ہے اور ان کی حدیث اعلیٰ درجے کی حدیث نہیں ہے۔[تاريخ ابن معين، رواية الدوري: ٣٦٥/٤]۔

امام ابن معین رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ بات صاف ہوگئی کہ انہوں نے تفرد کے معنی میں ہی ان کی احادیث کو منکر کہا ہے اور اس معنی میں اگر کسی راوی کی احادیث کو منکر کہا جائے تو اس سے راوی کی تضعیف لازم نہیں آتی۔

علاوہ بریں امام ابن معین نے ان کی حدیث کو لیس بذاک بھی کہا ہے۔ اور اس صیغہ سے حدیث کی تضعیف نہیں ہوتی ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی صحت کی نفی ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک طرف ابن معین رحمہ اللہ کا ان کی حدیث کو منکر کہنا اور دوسری طرف ان کی حدیث کو **ليس بذاك** کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن معین کی نظر میں یہاں منکر سے مراد حدیث کی تضعیف نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کی صحت کی نفی ہے، اسی طرح عیسیٰ بن جاریہ رحمہ اللہ ان کے نزدیک ضعیف نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے ثقہ نہیں ہیں۔

نیز امام ابن معین رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں جو یہ کہا:

ليس بشيء.

ان کا کوئی مقام نہیں۔[سؤالات ابن الجنيد لابن معين:۔ص:٣٠٢]۔

تو اس سے امام ابن معین رحمہ اللہ کی مراد جرح نہیں بلکہ ان کا قلیل الحدیث ہونا ہے کیونکہ امام ابن معین رحمہ اللہ قلیل الحدیث کے معنی میں بھی **ليس بشيء** کے الفاظ بولتے ہیں۔ دیکھئے:[التعريف برجال الموطا:۔ج:٣،ص:٨١٢،فتح المغيث:۔ج:٢،ص:١٢٣،التنكيل:۔ص:٥٤]۔

اور یہاں اس معنی کے لئے قرینہ امام ابن معین رحمہ اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یعقوب القمی کے علاوہ کسی اور نے ان سے روایت کیا ہے کما مضیٰ۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن معین کی نظر میں یہ قلیل الروایۃ تھے اور اسی سبب امام ابن معین رحمہ اللہ نے انہیں **ليس بشيء** کہا ہے۔

۞ امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۵) نے کہا:

منكر الحديث.

یہ منکر الحدیث ہے۔[تهذيب الكمال للمزي:۔٥٨٩/٢٢]۔

عرض ہے کہ امام مزی نے امام ابوداؤد ہی سے یہ بھی نقل کیا کہ:

وَقَال في موضع آخر: ما أعرفه ، روى مناكير.

امام ابوداؤد نے دوسرے مقام پر کہا کہ: میں اسے نہیں جانتا اس نے منکر روایات نقل کی ہیں۔[تهذيب الكمال للمزي:۔ ۲۲/ ۵۹۰]۔

امام ابوداؤد کے اس دوسرے قول سے واضح ہوگیا کہ امام ابوداؤد نے اس راوی کو منکرالحدیث صرف اس معنی میں کہا ہے کہ انہوں نے منکر روایات نقل کی ہیں اور صرف اتنی بات سے کسی راوی کی تضعیف ثابت نہیں ہوتی کیونکہ کسی راوی کا منکرالحدیث ہونا اور کسی راوی کا منکر روایات بیان کرنا دونوں میں فرق ہے کما مضیٰ۔

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳) نے کہا:

عيسى بن جارية يروى عنه يعقوب القمى منكر.

عیسیٰ بن جاریہ، ان سے یعقوب القمی روایت کرتے ہیں یہ منکر ہے۔[الضعفاء والمتروكون للنسائي:۔ص:۷٦]۔

عرض ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ تفرد کے معنی میں بھی منکر بول دیتے ہیں اور عیسیٰ بن جاریہ رحمہ اللہ کئی روایات میں منفرد ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے تفرد کے معنی میں نکارت کی جرح کی ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲) نے کہا:

فقد أطلق الإمام أحمد والنسائي وغير واحد من النقاد لفظ المنكر على مجرد التفرد.

امام احمد اور امام نسائی وغیرہ ناقدین نے لفظ منکر کو محض تفرد کے معنی میں استعمال کیا ہے۔[النكت على كتاب ابن الصلاح لابن حجر:۔ ۲/ ٦۷٤]۔

علاوہ بریں امام نسائی رحمہ اللہ متشددین میں سے بھی ہیں۔ جیسا کہ امام ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ دیکھئے:[ميزان الاعتدال للذهبي: ۱/ ٤۳۷، مقدمة فتح الباری ص:۳۸۷]۔

واضح رہے کہ بعض لوگ امام نسائی سے اس راوی سے متعلق منکرالحدیث اور متروک کی جرح نقل کرتے ہیں لیکن یہ الفاظ امام نسائی سے ثابت نہیں۔

امام نسائی کی کتاب میں صرف منکر کا لفظ ہے غالباً بعض اہل علم نے اسے منکرالحدیث کے معنی میں سمجھ کر معنوی طور پر منکرالحدیث نقل کردیا ہے۔

اورمتروک کا لفظ امام نسائی نے اپنی کتاب میں اس سے قبل والے راوی عیسیٰ بن عبدالرحمٰن کے بارے میں کہا۔دیکھئے: [الضعفاء والمتروکون للنسائی:۔ص:۷٦]۔

اور بعض لوگوں نے سبقت نظر کے سبب اس جرح کو بعد والے راوی عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں سمجھ لیا۔اس طرح کی مزید مثالوں کے لئے دیکھئے ہماری کتاب: [انوارالبدر فی وضع الیدین علی الصدر]۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی:۳٦۵) نے کہا:

كلها غير محفوظة.

اس کی مذکورہ تمام احادیث غیر محفوظ ہیں۔[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۔٤۳۸/٦]۔

عرض ہے کہ امام ابن عدی نے یہ تبصرہ کرنے سے قبل عیسیٰ بن جاریہ پر بعض محدثین سے نکارت کی جرح نقل کی ہے جو ثابت نہیں ہے،جس سے معلوم ہوا کہ امام ابن عدی کی جرح کی بنیاد غیر ثابت اقوال ہیں لہٰذا امام ابن عدی کی جرح غیر مسموع ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲) نے کہا:

فيه لين.

ان میں کمزوری ہے۔[تقریب التہذیب لابن حجر:۔رقم:۵۲۸۸]۔

یہ بہت ہلکی جرح ہے جس سے تضعیف لازم نہیں آتی ہے یہی وجہ ہے کہ دوسرے مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

رجاله ثقات.

اس کے رجال ثقہ ہیں۔[الإصابة لابن حجر:۔۳٤۹/۳]۔

اورایک دوسرے مقام پر ان کی ایک روایت کو حسن قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

كما أخرجه أبو يعلى بإسناد حسن من رواية عيسى بن جارية.

جیسا کہ ابویعلیٰ نے عیسیٰ بن جاریہ کی روایت حسن سند سے نقل کی ہے۔[فتح الباری دار المعرفة:۔ ۱۹۸/۲]۔

امام عقیلی نے ضعفاء میں اس راوی کا تذکرہ کیا ہے۔لیکن خود کوئی جرح نہیں کی ہے۔اور محض ضعفاء والی کتاب میں کسی راوی کے تذکرہ سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ ضعفاء کے مؤلف کی نظر میں یہ راوی ضعیف ہے۔یہی معاملہ ابن الجوزی اور امام ساجی کا بھی ہے۔دیکھئے: (ہماری کتاب : یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ:۔ص:٦۷۵ تا ٦۷۷)

خلاصہ یہ کہ عیسیٰ بن جاریہ پر کوئی بھی معتبر جرح ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ ثقہ ہیں کیونکہ بہت سارے محدثین نے ان کی توثیق کی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل پیش کی گئی۔

یعقوب بن عبداللہ القمیؒ کا تعارف:

عیسیٰ بن جاریہ سے اس حدیث کو نقل کرنے والے یعقوب بن عبداللہ القمی ہیں، آپ بخاری تعلیقاً اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳) نے کہا:

ثقة.

یہ ثقہ ہیں۔[سؤالات ابن الجنید لابن معین:۔ص:۴۱۱]۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴) نے انہیں ثقات میں ذکر کرتے ہوئے کہا:

يعقوب بن عبد الله بن سعد الأشعري القمي......[الثقات لابن حبان ت االعثمانية:۔۶۴۵/۷]۔

امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۰) نے ان کی یہی حدیث نقل کر کے کہا:

ثقة.

یہ ثقہ ہیں۔[المعجم الصغیر للطبرانی:۔ ۳۱۷/۱]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸) نے کہا:

صدوق.

یہ صدوق ہیں۔[الکاشف للذھبی:۔۳۹۴/۲]۔

اور ایک دوسری کتاب میں کہا:

الإمام، المحدث، المفسر.

آپ امام، محدث اور مفسر ہیں۔[سیر أعلام النبلاء للذھبی:۔۲۹۹/۸]۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵) نے کہا:

ضعيف.

یعقوب ضعیف ہیں۔[علل الدارقطنی :۔۱۱۶/۱۳]۔

عرض ہے کہ ضعیف غیر مفسر جرح ہے امام دارقطنی ہی کے دوسرے قول میں اس کی تفسیر آ گئی ہے چنانچہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا:

لیس بالقوی.

یہ بہت زیادہ قوی نہیں ہیں۔[علل الدارقطنی:۔۹۲/۳]۔

عرض ہے کہ لیس بالقوی کی جرح قادح نہیں ہے اوراس سے راوی کا عام معنی میں ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے اس کی پوری تفصیل اپنی کتاب ''یزید بن معاویہ پرالزامات کا تحقیقی جائزہ:ص:۶۷۷ تا۶۷۹'' میں پیش کی ہے۔

الغرض یہ کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اس دوسرے قول سے معلوم ہوا کہ ضعیف کہنے سے امام دارقطنی رحمہ اللہ کی مراد حافظہ میں معمولی کمی بتلانا ہے، نہ کہ عام معنی میں ضعیف بتلانا ہے۔

❁ مالک بن إسماعیل النہدی کا تعارف:

یعقوب سے اس روایت کو کئی ثقہ رواۃ نے نقل کیا ہے، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے یعقوب سے نیچے دوسند ذکر کی ہے اور دونوں صحیح ہے بلکہ پہلی سند کے سارے رجال بخاری یا مسلم کے ہیں۔اس سند میں یعقوب سے اس روایت کو نقل کرنے والے مالک بن إسماعیل النہدی ہیں۔

آپ بخاری ومسلم سمیت کتب ستہ کے رجال میں سے ہیں اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں ناقدین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

ثقة متقن صحیح الکتاب عابد.

آپ ثقہ متقن ،صحیح الکتاب اور عابد ہیں۔ [تقریب التھذیب لابن حجر:۔رقم:٦٤٢٤]۔

❁ محمد بن العلاء الہمدانی کا تعارف:

آپ بھی بخاری ومسلم سمیت کتب ستہ کے رجال میں سے ہیں۔اور بالاتفاق ثقہ حافظ ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں ناقدین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا:

ثقة حافظ.

آپ ثقہ متقن ،صحیح الکتاب اور عابد ہیں۔[تقریب التھذیب لابن حجر:۔رقم:٦٢٠٤]۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔اسی لئے درج ذیل علماء نے اسے صحیح قراردیا ہے۔

☆امام ابن خزیمۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۱۱)

آپ نے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں اسے نقل کیا یعنی آپ نے اس حدیث کو صحیح قراردیا ہے۔

☆امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴)

آپ نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں اسے نقل کیا یعنی آپ نے اس حدیث کو صحیح قراردیا ہے۔دیکھئے:[صحیح ابن حبان:۔٦/١٦٩]۔

☆ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲)

آپ نے فتح الباری میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔(فتح الباری لابن حجر:۱۲/۳)اوراس پر سکوت اختیار کیا ہے اور فتح الباری میں کسی حدیث پر آپ کا سکوت آپ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔دیکھئے: [انوارالبدرفی وضع الیدین علی الصدر]۔

بلکہ احناف نے بھی اسے صحیح کہا ہے ملاحظہ ہو:

☆ ملاعلی القاری (المتوفی:۱۰۱۴)

آپ نے کہا:

فإنه صح عنه أنه صلى بهم ثماني ركعات والوتر.

کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے صحابہ کو آٹھ رکعات اوروتر پڑھائی۔[مرقاۃ المفاتیح للملا القاری:۔۹۷۱/۳]۔

☆ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ (المتوفی:۱۳۵۳)

آپ نے کہا:

وفي الصحاح صلاة تراويحه عليه الصلاة والسلام ثماني ركعات.

اورصحیح حدیث کی کتب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح آٹھ رکعات تھی۔[العرف الشذی للکشمیری:۔۴۱۲/۱]۔

چوتھی حدیث

امام أبویعلی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۷) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنا يَعْقُوبُ، عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ، حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: جَاءَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ، قَال: وَمَا ذَاكَ يَا أُبَيُّ؟، قَالَ: نِسْوَةٌ فِي دَارِي، قُلْنَ: إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّي بِصَلَاتِكَ، قَالَ: فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، قَالَ: فَكَانَ شِبْهُ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا.

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ رات (یعنی رمضان کی رات) مجھ سے ایک چیز سرزد ہوئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا وہ کیا چیز ہے؟

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے گھر میں خواتین نے مجھ سے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے انہیں آٹھ رکعات تراویح جماعت سے پڑھائی پھر وتر پڑھایا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہ کی گویا اسے منظور فرمایا۔[مسند أبي يعلى الموصلي :۔۳۳۶/۳]۔

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب القمی کا تعارف گذشتہ روایت کے تحت ہو چکا ہے۔

اور عبدالأعلیٰ بن حماد الباہلی بخاری، مسلم، اور ابوداؤد وغیرہ کے رجال میں سے ہیں، اور بالاتفاق ثقہ ہیں کسی بھی امام نے ان پر کوئی جرح نہیں کی ہے اور

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸) نے کہا:

المحدث الثبت.

یہ محدث اور ثبت ہیں۔[الكاشف للذهبی:۔۶۱۰/۱]۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

اسی لئے امام ابن حبان رحمہ اللہ اسی سند سے اسے صحیح ابن حبان میں روایت کیا ہے۔ دیکھئے:[صحيح ابن حبان:۔۲۹۰/۶]۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۷) نے کہا:

رواه أبو يعلى والطبراني بنحوه في الأوسط وإسناده حسن.

اسے ابویعلیٰ اور طبرانی نے اسی طرح اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔[مجمع الزوائد للهيثمی:۔۹۱/۲]۔

فصل دوم: بیس رکعات سے متعلق روایات کا جائزہ

ذخیرہ احادیث میں صرف دو مرفوع روایات ملتی ہیں جن سے بیس رکعات تراویح کی دلیل لی جاتی ہے، ذیل میں ان دونوں مرفوع روایات کا جائزہ پیش خدمت ہے:

۞ پہلی مرفوع روایت: (حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ)

امام ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ

ابُنِ عَبّاسٍ، أَنّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ (فِي غَيُرِ جَمَاعَةٍ) عِشُرِينَ رَكُعَةً وَالُوِتُرَ.

صحابیِ رسول ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے[مصنف ابن أبی شیبة:١٦٤/٢رقم:٧٦٩٢، واخرجه ایضا عبدبن حمید فی المنتخب من المسند:۔ ص: ٢١٨رقم:٦٥٣، و ابن ابی ثابت فی الجزء الأول والثانی من حدیث ابن أبی ثابت، مخطوط:١٢/١ترقیم جوامع الكلم ، و الطبرانی فی المعجم الكبیر رقم:٣٩٣/١١رقم:١٢١٠٢،وفی الاوسط :٢٤٤/١رقم:٧٩٨و فيه ایضا:٣٢٤/٥رقم:٥٤٤٠، وابن عدی فی الكامل فی ضعفاء الرجال:٣٩١/١و ابوالحسن النعالی فی حدیثه رقم:٣٣ترقیم جوامع الكلم و البیهقی فی السنن الكبری :٤٩٦/٢، و الخطیب فی موضح أوهام الجمع والتفریق : ٣٨٧/١،و تاریخ بغداد :٥٠١/١٣، وابن عبدالبر فی التمهید لابن عبد البر:١١٥/٨، وعمروبن منده فی المنتخب من الفوائد :٢٦٥/٢، وابوطاهر ابن ابی الصقر فی مشیخة أبی طاهر ابن أبی الصقر :ص:٨٦ كلهم من طریق ابی شیبه ابراهیم بن عثمان به والزیاده عند ابن عدی و البیهقی اسناده موضوع]۔

ابو شیبہ ابراھیم بن عثمان پر محدثین کی جرح :

اس روایت کی سند میں ایک راوی ”ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان“ ہے جس پر محدثین نے سخت جرحیں کی ہیں، قدرے تفصیل ملاحظہ ہو:

امام شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ (المتوفی:۱۶۰ھ) نے کہا:

كذب وَالله.

اللہ کی قسم اس نے جھوٹ بولا[العلل ومعرفة الرجال:٢٨٧/١واسناده صحیح]۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۰ھ) نے کہا:

ضَعِيفُ الُحَدِيثِ.

یہ ضعیف الحدیث ہے[الطبقات الكبری لابن سعد:٣٨٤/٦]۔

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ) نے کہا:

لَيُسَ بِثقَةٍ.

یہ ثقہ نہیں ہے۔[تاریخ ابن معین ۔روایة الدارمی:ص:٢٤٢]۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱ھ) نے کہا:

مُنكر الُحَدِيثِ.

یہ منکر الحدیث ہے[الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم:١١٥/٢واسناده صحیح]۔

۞ امام جوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۹ھ) نے کہا:

أَبُو شَيبَةَ إِبْرَاهِيمُ بْن عُثمَانَ سَاقِطٌ.

ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ساقط ہے[أحوال الرجال للجوزجاني: ص:۹]۔

۞ امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۴ھ) نے کہا:

ضَعِيفٌ.

ضعیف ہے۔[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۲/۱۱۵]۔

۞ امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ) نے کہا:

ضَعِيفُ الْحَدِيْثِ. سَكتُوا عَنْهُ وَتَرَكُوْا حَدِيثَه.

یہ ضعیف الحدیث ہے، لوگوں نے اس کی توثیق سے خاموشی اختیار کی ہے اور اس کی حدیث ترک کردی ہے[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۲/۱۱۵]۔

۞ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ) نے کہا:

سكتوا عَنْهُ.

لوگوں نے اس کی توثیق سے خاموشی اختیار کی ہے[التاريخ الكبير للبخاري:۱/۳۱۰]۔

۞ امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۶۵ھ) نے کہا:

وَلأَبِي شَيبَةَ أَحَادِيْثٌ غَيرُ صَالِحَة غير مَا ذكرت عَنِ الْحكم وَعَنْ غَيرِهِ، وَهُوَ ضَعيفٌ علىٰ مَا بينته.

اور ابوشیبہ کی حکم وغیرہ سے مذکورہ احادیث کے علاوہ بھی کئی غیر درست احادیث ہیں اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔[الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي:۱/۳۹۲]۔

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۹ھ) نے کہا:

إِبْرَاهِيمُ بنُ عُثمَانَ هُوَ أَبُو شَيبَةَ الوَاسِطِي مُنكر الْحَدِيْث.

ابراہیم بن عثمان، یہ ابوشیبہ الواسطی ہے یہ منکر الحدیث ہے[سنن الترمذي ت شاكر:۳/۳۳۷]۔

۞ امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ) نے کہا:

إِبْرَاهِيم بن عُثْمَان أَبُو شيبَة مَتْرُوك الحَدِيث كُوفِي.

ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ، یہ متروک الحدیث کوفی ہے[الضعفاء والمتروكون للنسائي:ص:۱۲]۔

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ) نے بھی اسے متروکین میں ذکر کیا ہے:[الضعفاء والمتروكين للدارقطني:ص:٤]۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) نے کہا:

تفرد به أبو شيبه إبراهيم بن عثمان العبسى الكوفي وهو ضعيف .

اسے بیان کرنے میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی منفرد ہے اور یہ ضعیف ہے۔[السنن الکبری للبیهقی:۲/۴۹٦]۔

امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۰۷ھ) نے کہا:

وإبراهيم متروك الحديث.

اورابراہیم یہ متروک الحدیث ہے[ذخيرة الحفاظ لابن القيسرانى:۱/۵٤٨]۔

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی:٦٧٦ھ) نے کہا:

وَأَبُو شَيْبَةَ هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ وَكَانَ قَاضِي وَاسِط وَهُوَ ضَعِيفٌ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ.

ابوشیبہ، یہ ابراہیم بن عثمان ہے یہ واسط کا قاضی تھا یہ ضعیف ہے اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے[شرح النووى على مسلم:۔ ۱/٦٤]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

ترك حديثه .

اس کی حدیث چھوڑ دی گئی ہے[الكاشف للذهبى:۱/۲۱۹]۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۷ھ) نے کہا:

إبراهيم بن عثمان أبو شيبة وهو متروك.

ابراہیم بن عثمان، ابوشیبہ یہ متروک الحدیث ہے[مجمع الزوائد للهيثمى:٤/۱۸۰]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

متروك الحديث.

متروک الحدیث ہے[تقريب التهذيب لابن حجر:۔رقم:۲۱۵]۔

راوی مذکور کی کسی بھی امام نے توثیق یا تعدیل نہیں کی ہے:

راوی مذکور سے متعلق بہت سے ناقدین کی جرحیں ملتی ہیں لیکن ہم نے اوپر صرف ان جروح کو پیش کیا ہے جو اپنے قائلین سے ثابت ہیں، ان ناقدین کے برخلاف کسی ایک بھی ناقد سے راوی مذکور کی توثیق سرے سے منقول ہی نہیں، توثیق تو درکنار اس بدنصیب راوی کی تعدیل بھی کسی امام سے کہیں نہیں ملتی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) نے کہا:

مَعَ أَنّ هَـذَيْـنِ الْإِمَامَيْنِ الْمُطّلِعَيْنِ الْحَافِظَيْنِ الْمُسْتَوْعِبَيْنِ حَكَيَا فِيهِ مَا حَكَيَا وَلَمْ يَنْقُلَا عَنْ أَحَدٍ أَنَّهُ وَثّقَهُ وَلَا بِأَدْنَى مَرَاتِبِ التّعْدِيلِ.

ان دونوں حافظ، باخبر اور واسع العلم ائمہ نے اس کے بارے میں جو نقل کیا وہ کیا، اس کے ساتھ کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہے کہ اس نے اسے ثقہ کہا ہے اور اس کی ادنی درجہ کی بھی تعدیل کی ہو[الحاوی للفتاوی : ۱/۴۱۴]۔

لیکن کچھ لوگ مغالطہ دینے کے لئے امام ابن عدی اور یزید بن ہارون کا غیر متعلق قول پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس راوی کی تعدیل کی گئی ہے اور یہ دیندار راوی ہے، حالانکہ ان دونوں اماموں نے بھی نہ تو اس راوی کی توثیق کی ہے اور نہ ہی تعدیل، ذیل میں ان اماموں کے کلام کی وضاحت کی جارہی ہے۔

امام ابن عدی کا قول:

امام ابن عدی سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا:

ولأبی شيبة أحاديث صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره.

اور ابوشیبہ کی حکم وغیرہ سے مذکورہ احادیث کے علاوہ بھی کئی غیر درست احادیث ہیں اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۱/۳۹۲]۔

عرض ہے کہ:

اولاً:

یہ عبارت الکامل کے جس نسخہ سے نقل کی گئی ہے اس میں اس عبارت کے اندر ناسخ سے ایک لفظ چھوٹ گیا ہے اور وہ ہے "صالحة" سے قبل "غير" کا لفظ، یعنی اصل عبارت یوں ہے:

ولأبی شيبة أحاديث <u>غير</u> صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره. [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۱/۳۹۲]۔

یعنی اس عبارت میں **صالحة** سے قبل موجود لفظ "**غير**" کی کتابت ایک نسخہ میں ناسخ سے چھوٹ گئی ہے، اس کی دو دلیلیں ہیں:

☆ پہلی دلیل:

الکامل کے کئی مخطوطات میں اس مقام پر لفظ غیر موجود ہے انہیں میں سے وہ مخطوطہ بھی جو دکتور بشار

عواد کے زیر مطالعہ تھا جیسا کہ انہوں نے تہذیب الکمال کے حاشیہ میں وضاحت کی ہے ان کے الفاظ آگے آرہے ہیں، اسی طرح تین محققین کی تحقیق سے بیروت سے الکامل کا جو نسخہ طبع ہوا ہے اس میں بھی متعلقہ عبارت لفظ غیر کے اثبات کے ساتھ ہے اور محققین نے کل گیارہ (۱۱) مخطوطوں سے اس کتاب کی تحقیق کی ہے لیکن حاشیہ میں اس مقام پر نسخوں کا کوئی اختلاف نہیں بتایا ہے، جس سے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس تمام مخطوطوں میں موجود یہ عبارت لفظ "غیـــر" کے اثبات ہی کے ساتھ تھی ورنہ محققین حاشیہ میں نسخوں کا اختلاف ضرور بتلاتے جیسا کہ دیگر مقامات پر انہوں نے نسخوں کے اختلافات کو بتلایا ہے، اس محقق نسخہ کا عکس صفحہ نمبر (۱۱۴) اور (۱۱۵) پر ملاحظہ فرمائیں۔

☆ **دوسری دلیل:**

عبارت کا سیاق وسباق بھی اس لفظ "**غیر**" کے اثبات پر شاہد ہے۔

غور کریں کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے اس راوی کی غیر درست احادیث پیش کی ہیں اس کے بعد کہا کہ مذکورہ غیر درست احادیث کے علاوہ بھی اس کی مزید غیر درست احادیث ہیں، چنانچہ ابن عدی رحمہ اللہ کا پورا کلام یہ ہے:

ولأبی شیبة أحادیث غیر صالحة غیر ما ذکرت عن الحکم وعن غیره.

اور ابوشیبہ کی حکم وغیرہ سے **مذکورہ احادیث کے علاوہ بھی** کئی غیر درست احادیث ہیں اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۱/۳۹۲]۔

اس عبارت میں "**غیر ما ذکرت عن الحکم وعن غیره**" پر غور کیجئے، یعنی امام ابن عدی رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ اوپر میں نے اس کی جو چند غیر درست احادیث پیش کی ہیں اس کے علاوہ بھی اس سے غیر درست احادیث مروی ہیں۔ یہ سیاق صاف بتلاتا ہے کہ ابن عدی نے راوی مذکور کی جن احادیث کو گنایا ہے اور جن کی طرف اشارہ کیا ہے دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے، مزید یہ کہ اس کے فوراً بعد اپنے اس فیصلہ کی یہ علت بھی بتلائی ہے کہ:

وهو ضعیف علی ما بینته.

اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۱/۳۹۲]۔

یعنی ایسا اس وجہ سے ہے کیونکہ یہ ضعیف راوی ہے۔

دکتور بشار عواد نے بھی مذکورہ دونوں دلائل کی بنیاد پر اپنا یہی موقف پیش کیا ہے کہ اس عبارت میں لفظ "**غیر**" بھی موجود ہے موصوف تہذیب الکمال کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

الذی فی نسختی المصورة من الکامل لابن عدی: غیر صالحة"وھو الاصوب فیما أری لقول ابن عدی قبل ھذا بعد أن أورد لابراھیم جملة من الاحادیث غیر الصالحة : ولابی شَیْبَة أحادیث غیر صالحة غیر ما ذکرت عن الحکم وعن غیره ، وھو ضعیف علی ما بینته." والظاھر لنا من المقارنات الکثیرة أن المزی اعتمد روایة أخری من الکامل لابن عدی غیر التی عندی ، لکثرة ما أجد من الاختلاف بین الذی فی" الکامل"وبین الذی ینقله المزی عنه، وھذا لیس من عادته فھو دقیق فی النقل فی الاغلب الاعم.

میرے پاس موجود کامل کے مصور نسخہ میں "**غیر صالحة**" (اس کی احادیث درست نہیں ہیں) ہے۔اور میری نظر میں یہی صحیح ہے۔کیونکہ اس سے قبل امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کی چند غیر درست احادیث پیش کر کے کہا:"اور ابوشیبہ کی حکم وغیرہ سے مذکورہ احادیث کے علاوہ بھی کئی غیر درست احادیث ہیں اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے"اور کئی مقامات پر مقارنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مزی نے کامل کے کسی اور نسخہ پر اعتماد کیا ہے جو میرے پاس موجود نسخہ سے الگ ہے۔کیونکہ میں نے اپنے پاس موجود نسخہ اور امام مزی کے نسخہ میں کافی اختلاف پایا ہے۔اور یہ ان کی عادت نہیں ہے کیونکہ وہ نقل کرنے میں عام طور سے بہت باریک بیں ہے۔[حاشیہ رقم:٤ تهذیب الکمال للمزی:۔١٥١/٢]۔

دکتور بشار کی وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام مزی رحمہ اللہ کے سامنے بھی وہی مخطوطہ تھا جس میں مذکورہ عبارت ادھوری تھی۔

ثانیاً:

اگر اس عبارت میں " غیــــــر "کا اثبات نہ بھی مانیں تب بھی اس عبارت میں راوی مذکور کی نہ تو توثیق ہے اور نہ ہی تعدیل،اس میں صرف یہ ہے اس کی بعض مرویات درست ہیں،بس۔اب اگر کسی راوی نے چند درست باتیں نقل کردیں تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ وہ راوی معتبر یا دیندار ہے، بخاری کی ایک روایت کے مطابق تو شیطان نے بھی آیۃ الکرسی سے متعلق درست بات کہی ،اور اللہ کے نبی ﷺ نے اس کی تصدیق بھی کی لیکن ساتھ میں اسے جھوٹا بھی قرار دیا چنانچہ فرمایا:

أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَکَ وَھُوَ کَذُوبٌ.

اس نے تم سے سچ کہا ہے لیکن یہ جھوٹا ہے[صحیح البخاری:١٠١/٣ رقم:٢٣١١]۔

معلوم ہوا کہ کذاب لوگ بھی کبھی کبھی صحیح بات بیان کردیتے ہیں لیکن اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں

ہوتا کہ ایسی چند روایت بیان کر کے وہ قابل اعتبار ہو گئے۔

نیز امام ابن عدی رحمہ اللہ نے مذکورہ کلام کے بعد فوراً کہا:

وهو ضعيف على ما بينته.

اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا[الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۳۹۲/۱]۔

یہ اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ اسے بہرصورت ضعیف ہی مانتے ہیں، لہٰذا قائل کی منشا کے خلاف اس کے قول کی تشریح کرنا بہت بڑی خیانت ہے۔

یزید بن ھارون کا قول:

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ) نے کہا:

قال يزيد بن هارون ما قضى على الناس رجل يعني في زمانه أعدل في قضائه منه.

یزید بن ہارون نے کہا: اپنے زمانہ میں اس سے بہتر کسی نے فیصلہ نہیں کیا[تاريخ ابن معين ، رواية الدوري: ۵۲۳/۳]۔

عرض ہے کہ یزید کے اس قول میں محض درست فیصلہ کرنے کی بات ہے اور درست فیصلہ کرنے سے کسی کی دینداری قطعاً ثابت نہیں ہوتی، مسلمان تو درکنار کتنے غیر مسلمین ہیں جو درست فیصلے کرتے ہیں تو کیا ان کو دیندار اور متقی مان لیا جائے؟

علامہ نذیر احمد املوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عدل فی القضاء تو بعض غیر مسلموں کا بھی ضرب المثل ہے، نوشیرواں عادل کا نام آپ نے بھی سنا ہوگا، بقول شیخ سعدی مرحوم:

نوشیرواں نہمرد کہ نام نکوگذاشت (انوار مصابیح:۔ص:۱۸۱،۱۸۲)۔

اس کے بعد علامہ نذیر احمد املوی رحمہ اللہ نے شریح رضی اللہ عنہ کی مثال پیش کی ہے کہ حالت کفر میں یہ اتنے درست فیصلے کرتے تھے کہ ابوالحکم سے مشہور ہو گئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے فیصلہ کی تحسین کی لیکن ان کی کنیت تبدیل کر دی۔ (ابوداؤد:۔رقم:۴۹۵۵ واسنادہ صحیح)۔

اس کے بعد علامہ نذیر احمد املوی رحمہ اللہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

سوچنے کی بات ہے کہ جب عدل فی القضاء سے کسی شخص کا مسلمان ہونا لازمی نہیں تو بھلا تدین اور تقویٰ، حفظ اور ضبط کا وہ مرتبہ جو قبول روایت کے لئے محدثین کے نزدیک معتبر ہے اس کا ثبوت صرف اتنی سی شہادت سے کیسے ہو جائے گا۔ (انوار مصابیح:۔ص۱۸۱،۱۸۲)۔

یادرہے کہ یزید کے اس قول کے ناقل ابن معین رحمہ اللہ بکثرت دینداری کے اعتبار سے بھی رواۃ کوثقہ کہتے رہتے ہیں اوردوسرے مقام پرانہیں رواۃ کی، حفظ وضبط کے اعتبار سے تضعیف بھی کرتے ہیں لیکن زیرتذکرہ راوی کوابن معین رحمہ اللہ نے صرف ضعیف کہا اورکسی بھی موقع پراسے ثقہ نہیں کہا جس سے معلوم ہوا کہ ابن معین رحمہ اللہ کی نظر میں بھی یزید کے اس قول سے زیرتذکرہ راوی کی دینداری ثابت نہیں ہوتی۔

اس روایت کے مردود ہونے پر اجماع ہے:

بیس رکعات والی یہ روایت محدثین کے یہاں بالاتفاق مردود یعنی ناقابل قبول ہے البتہ اسے رد کرتے ہوئے کسی نے ضعیف کہا، کسی نے سخت ضعیف کہا، کسی نے منکر کہا، کسی نے معلول کہا توکسی نے موضوع کہا لیکن بہرحال اسے مردود قرار دینے پرتمام کے تمام محدثین متفق ہیں، ذیل میں ہم چند محدثین کی تصریحات پیش کرتے ہیں:

حدیث مذکور کی تضعیف کرنے والے محدثین:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) نے کہا:

تفرد به أبو شيبه إبراهيم بن عثمان العبسى الكوفى وهو ضعيف .

اسے روایت کرنے میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی منفرد ہےاور یہ ضعیف ہے۔[السنن الکبری للبیهقی:۲/۴۹٦]۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی:۴٦۳ھ) نے کہا:

وروى عن النبى ﷺ أنه كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر إلا أنه حديث يدور على أبى شيبة إبراهيم بن عثمان جد بنى أبى شيبة وليس بالقوى.

اللہ کے نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے، مگراس حدیث کا دارومدار ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان پر ہےاور یہ قوی نہیں ہے[التمهيد لابن عبد البر:۸/۱۱۵]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

ومن مناكير أبى شيبة ما روى البغوى، أنبأنا منصور بن أبى مزاحم، أنبأنا أبو شيبة، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فى شهر رمضان فى غير جماعة بعشرين ركعة والوتر.

اورابوشیبہ کی منکرروایات میں سے اس کی یہ روایت بھی ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے[میزان الاعتدال للذهبی: ۱/۴۸]۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۷ھ) نے کہا:

عن ابن عباس قال: كان النبي ﷺ يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر. رواه الطبراني في الكبير والأوسط وفيه أبو شيبة إبراهيم وهو ضعيف.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ اسے طبرانی نے ''کبیر'' اور ''اوسط'' میں روایت کیا ہے اور اس میں ''ابوشیبہ، ابراہیم'' ہے اور یہ ضعیف ہے۔[مجمع الزوائد للهيثمي: ۳/۲۲۴]۔

امام بوصیری رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۴۰ھ) نے کہا:

وَمَدَارُ أَسَانِيدِهِمْ عَلَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ أَبِي شَيْبَةَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَمَعَ ضَعْفِهِ مُخَالِفٌ لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّهِ ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثَلَاثَ عشرة ركعة منها ركعتي الْفَجْرِ.

ان کی سندوں کا دارومدار ابراہیم بن عثمان، ابوشیبہ پر ہے، اور یہ ضعیف ہے۔ اور ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اس حدیث کے خلاف بھی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعات ہوتی تھیں، اور ان میں فجر کی دو رکعات بھی شامل ہوتی تھیں۔[إتحاف الخيرة المهرة للبوصيري:۔ ۲/۳۸۴]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا:

وأما ما رواه بن أبي شيبة من حديث بن عباس كان رسول الله ﷺ يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر فإسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة هذا الذي في الصحيحين مع كونها أعلم بحال النبي ﷺ ليلا من غيرها .

اور ابن شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو یہ روایت کیا کہ: اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ تو اس کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیحین میں موجود اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہ حدیث اس کے خلاف بھی ہے، مزید یہ کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی رات کی نماز سے متعلق دوسروں سے زیادہ جانکار ہیں۔[فتح الباري لابن حجر: ۴/۲۵۴]۔

احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی (المتوفی:۹۷۴ھ) نے کہا:

وَأَمَّا مَا وَرَدَ مِنْ طُرُقٍ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ. وَفِي رِوَايَةٍ زِيَادَةُ (فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ) فَهُوَ شَدِيدُ الضَّعْفِ اشْتَدَّ كَلَامُ الْأَئِمَّةِ فِي أَحَدِ رُوَاتِهِ تَجْرِيحًا وَذَمًّا.

اور بعض طرق سے جو یہ وارد ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ بغیر جماعت کے پڑھتے تھے تو یہ سخت ضعیف ہے،اس کے ایک راوی کے بارے میں ائمہ نے سخت جرح اور مذمت کی ہے[الفتاوی الفقهية الكبرى: ۱۹٤/۱]۔

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۱۱ھ) نے کہا:

هَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ جِدًّا لَا تَقُومُ بِهِ حُجَّةٌ.

یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے اور اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی[الحاوی للفتاوی: ۴۱۳/۱]۔

حدیث مذکور کی تضعیف کرنے والے حنفی اکابرین:

حنفیوں کے امام زیلعی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۶۲ھ) نے کہا:

وَهُوَ مَعْلُولٌ، بِأَبِي شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ، جَدِّ الْإِمَامِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ، وَلَيَّنَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي "الْكَامِلِ"، ثُمَّ إِنَّهُ مُخَالِفٌ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ؟، قَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلَا فِي غَيْرِهِ، عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً.

یہ روایت ابن ابی شیبہ کے دادا ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے معلول ہے۔اور یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔اور ابن عدی نے ''الکامل'' میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔نیز یہ اس صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے جس میں ہے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رمضان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: رمضان ہو یا غیر رمضان آپ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے[نصب الراية للزيلعي: ۱۵۳/۲]۔

حنفیوں کے علامہ عینی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۵ھ) نے کہا:

كذبه شعبة وضعفه احمد وابن معين والبخاری والنسائی وغيرهم و اورد له ابن عدی هذا الحديث فی الكامل فی مناكيره .

اسے امام شعبہ رحمہ اللہ نے جھوٹا قرار دیا ہے،اور امام احمد، امام ابن معین، امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عدی نے اس حدیث کو الکامل میں اس کی منکر احادیث میں گنایا ہے[عمدة القاری: ج:۱۱، ص:۱۸۲]۔نیز دیکھئے ہماری یہی کتاب ص:۱۱۸،۱۱۹،۱۲۰۔

تنبیہ:

یادرہے کہ مکتبہ شاملہ میں عمدۃ القاری کا جونسخہ ہے اس میں اتفاق سے وہ صفحات غائب ہیں، جن میں علامہ عینی رحمہ اللہ کا مذکورہ کلام موجود ہے اس لئے ہم نے عمدۃ القاری کے مطبوعہ نسخہ سے متعلقہ صفحات کا عکس صفحہ نمبر (۱۱۸)، (۱۱۹) اور (۱۲۰) پر پیش کیا ہے قارئین ملاحظہ فرمالیں۔

حنفیوں کے امام ابن الہمام الحنفی (المتوفی: ۸۶۱ھ) نے کہا:

وَأَمَّا مَا رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ وَالطَّبَرَانِيُّ وَعِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ فَضَعِيفٌ بِأَبِي شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ جَدِّ الْإِمَامِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ مَعَ مُخَالَفَتِهِ لِلصَّحِيحِ.

اور جسے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور جو بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعات پڑھتے تھے، تو یہ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، اس کے ساتھ یہ صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے [فتح القدير للكمال ابن الهمام:۔ ۱/ ٤٦٧]۔

دیوبندیوں کے علامہ انورشاہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

وأما النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فصح عنه ثمان ركعات، وأما عشرون ركعة فهو عنه بسند ضعيف وعلى ضعفه اتفاق.

اور جہاں تک نبی ﷺ کی بات ہے تو آپ ﷺ سے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے آٹھ رکعات پڑھی ہیں، اور آپ ﷺ سے بیس رکعات والی روایت ضعیف سند سے ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ [العرف الشذی للکشمیری:۔ ۲/ ۲۰۸]۔

ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندی حنفی نے کہا:

وورد عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر، رواه ابن ابي شيبة و اسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة هذا وهو في الصحيحين فلا تقوم به الحجة .

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، اس کی سند ضعیف ہے اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہ حدیث اس کے خلاف ہے اور یہ صحیحین میں ہے۔ لہٰذا بیس رکعات والی روایت سے حجت قائم نہیں ہوسکتی [شرح الترمذی: ج: ۱، ص: ٤٢٣]۔

مولانا محمد زکریا فضائل اعمال والے کہتے ہیں:

لا شک ان تحديد التراويح فی عشرين ركعة لم يثبت مرفوعا عن النبی صلی الله عليه وسلم بطريق صحيح علی اصول المحدثين وماورد فيه من رواية ابن عباس فمتكلم فيها علی اصولهم .

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیس رکعات کی تحدید کرنا یہ اللہ کے نبی ﷺ سے مرفوعا محدثین کے اصول کے مطابق صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اور اس سلسلے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے تو محدثین کے اصول کے مطابق اس میں کلام ہے۔[اوجزا المسالك : ج:۱، ص:۳۹۷]۔

حنفیوں کے علامہ حبیب الرحمان اعظمی کہتے ہیں:

بہرحال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم ضعیف راوی ہے اور اس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔(رکعات تراویح:۔ص:۵۹، بحوالہ انوار مصابیح:۔ص:۱۷۳]۔

عبدالشکور لکھنوی نے کہا:

اگر چہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے، اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی۔۔۔۔۔۔(علم الفقہ :۔ص:۱۹۸)۔

یعنی عبدالشکور صاحب کو اعتراف ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

غلام حبیب دیوبندی لکھتے ہیں:

ولكنهما ضعيفان.

لیکن یہ دونوں روایات ضعیف ہیں[ضياء المصابيح فی مسئلة التراويح:۔ص:۵]۔

موصوف نے یہ بات بیس والی روایت کو دو کتابوں سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

حدیث مذکور صحیح حدیث کے خلاف اور بالاتفاق مردود ھے:

بعض لوگ بے بسی میں یہ تو تسلیم کر لیتے ہیں کہ حدیث مذکور ضعیف ہے لیکن پھر کہتے ہیں کہ اسے تلقی بالقبول حاصل ہے اس لئے یہ حدیث ضعیف ہونے کے باوجود مقبول ہے۔

عرض ہے کہ یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے کہ اس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس حدیث کو امت نے قبول کرنے کے بجائے صحیح حدیث کے خلاف بتلا کر رد کر دیا ہے، ملاحظہ ہوں چند حوالے:

امام بوصیری رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۴۰ھ) نے کہا:

وَمَدَارُ أَسَانِيدِهِمْ عَلَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ أَبِي شَيْبَةَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَمَعَ ضَعْفِهِ مُخَالِفٌ لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ قَالَت: كَانَتْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّه ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثَلَاثَ عشرة ركعة منها ركعتي الْفَجْرِ.

ان کی سندوں کا دارمدار ابراہیم بن عثمان، ابوشیبہ پر ہے، اور یہ ضعیف ہے۔ اور ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ اس حدیث کے خلاف بھی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعات ہوتی تھیں، اور ان میں فجر کی دو رکعات بھی شامل ہوتی تھیں [إتحاف الخيرة المهرة للبوصيرى: ٣٨٤/٢]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا:

وأما ما رواه بن أبى شيبة من حديث بن عباس كان رسول الله ﷺ يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر فإسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة هذا الذى فى الصحيحين مع كونها أعلم بحال النبى ﷺ ليلا من غيرها .

اور ابن شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو یہ روایت کیا کہ: اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ تو اس کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیحین میں موجود اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہ حدیث اس کے خلاف بھی ہے، مزید یہ کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی رات کی نماز سے متعلق دوسروں سے زیادہ جانکار ہیں۔ [فتح البارى لابن حجر: ٢٥٤/٤]۔

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) نے کہا:

مَعَ تَصْرِيحِ الْحَافِظَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ نَقْلًا عَنِ الْحُفّاظِ بِأَنّ هَذَا الْحَدِيثَ مِمّا أُنْكِرَ عَلَيْهِ، وَفِي ذَلِكَ كِفَايَةٌ فِي رَدِّهِ، وَهَذَا أَحَدُ الْوُجُوهِ الْمَرْدُودِ بِهَا.

اور مذکورہ دونوں حفاظ کا حفاظ کے حوالہ سے یہ صراحت کرنا کہ یہ حدیث ابوشیبہ کی منکر حدیث ہے اتنی بات اس حدیث کے مردود ہونے کے لئے کافی ہے، اور یہ اسباب رد میں سے ایک سبب ہے [الحاوى للفتاوى : ٤١٤/١]۔

حنفیوں کے امام زیلعی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۲ھ) نے کہا:

وَهُوَ مَعْلُولٌ، بِأَبِي شَيْبَةَ إبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ، جَدِّ الْإِمَامِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، وَهُوَ مُتّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ، وَلَيّنَهُ ابْنُ عَدِيّ فِي "الْكَامِلِ"، ثُمّ إنّهُ مُخَالِفٌ لِلْحَدِيثِ

الصّحِيحِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرّحْمَنِ أَنّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّهِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ فِي رَمَضَانَ؟، قَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلَا فِي غَيْرِهِ، عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً.

یہ روایت ابن ابی شیبہ کے دادا ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے معلول ہے۔ اور یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ اور ابن عدی نے ''الکامل'' میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز یہ اس صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے جس میں ہے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رمضان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: رمضان ہو یا غیر رمضان آپ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے [نصب الراية للزيلعي: ١٥٣/٢]۔

✿ حنفیوں کے امام ابن الہمام الحنفی (المتوفی: ٨٦١ھ) نے کہا:

وَأَمّا مَا رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنّفِهِ وَالطّبَرَانِيُّ وَعِنْدَ الْبَيْهَقِيّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبّاسٍ أَنّهُ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ كَانَ يُصَلّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ فَضَعِيفٌ بِأَبِي شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ جَدّ الْإِمَامِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ مُتّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ مَعَ مُخَالَفَتِهِ لِلصّحِيحِ.

اور جسے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور جو بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعات پڑھتے تھے، تو یہ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے، اس کے ساتھ یہ بات صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے [فتح القدير للكمال ابن الهمام: ٤٦٧/١]۔

✿ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندی حنفی نے کہا:

وورد عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر ، رواه ابن ابي شيبة و اسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة هذا وهو في الصحيحين فلا تقوم به الحجة.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، اس کی سند ضعیف ہے اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہ حدیث اس کے خلاف ہے اور یہ صحیحین میں ہے۔ لہٰذا بیس رکعات والی روایت سے حجت قائم نہیں ہوسکتی [شرح الترمذي: ج: ١، ص: ٤٢٣]۔

حدیث مذکور موضوع (من گھڑت) ہے:

مذکورہ حدیث کے مردود ہونے پر تو اہل علم کا اتفاق ہے لیکن یہ حدیث مردود ہونے میں کس درجہ کی ہے اس بابت اہل فن کے اقوال مختلف ہیں کسی نے اسے ضعیف کہا تو کسی نے ضعیف جدا کہا تو کسی نے معلول کہا تو کسی نے منکر کہا اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے موضوع کہا (الضعیفہ رقم ۵۶۰) اور یہی آخری بات ہی راجح ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان نامی جھوٹا راوی موجود ہے۔

امام شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۶۰ھ) نے کہا:

كذب وَالله.

اللہ کی قسم اس نے جھوٹ بولا [العلل و معرفة الرجال :۔ ۲۸۷/۱ و اسناده صحيح]۔

حنفیوں کے علامہ عینی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۵ھ) نے امام شعبہ کی اس جرح کو برضاء ورغبت نقل کرتے ہوئے کہا:

كذبه شعبة وضعفه احمد وابن معين والبخاری والنسائی وغيرهم و اورد له ابن عدی هذا الحديث فی الكامل فی مناكيره .

اسے امام شعبہ رحمہ اللہ نے جھوٹا قرار دیا ہے، اور امام احمد، امام ابن معین، امام بخاری اور امام نسائی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن عدی نے اس حدیث کو الکامل میں اس کی منکر احادیث میں گنایا ہے [عمدة القاری: ج: ۱۱، ص: ۱۸۲]۔ نیز دیکھئے ہماری یہی کتاب ص: ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰۔

امام سیوطی نے بھی امام شعبہ رحمہ اللہ کی اس جرح کو برضاء وتسلیم نقل کرتے ہوئے کہا:

وَمَنْ يُكَذِّبُهُ مِثْلُ شُعْبَةَ فَلَا يُلْتَفَتُ إِلَى حَدِيثِهِ.

اور جسے امام شعبہ رحمہ اللہ جیسے محدث جھوٹا کہہ دیں اس کی حدیث نا قابل التفات ہے [الحاوی للفتاوی: ۴۱۴/۱]۔

امام شعبہ رحمہ اللہ کی تکذیبِ ابراهیم بن عثمان سے متعلق دو شبہات کا ازالہ:

☆پہلا شبہ:

کہا جاتا ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابراہیم بن عثمان کو جو جھوٹا کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم بن عثمان نے الحکم سے یہ روایت بیان کی کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ نے شرکت کی، لیکن امام شعبہ رحمہ اللہ نے خود الحکم سے اس موضوع پر مذاکرہ کیا تو الحکم کے ساتھ اس مذاکرہ میں

خزیمہ بن ثابت کے علاوہ کسی اور کی شرکت معلوم نہ ہوسکی۔ حالانکہ یہ معروف بات ہے کہ جنگ صفین میں متعدد صحابہ نے شرکت کی۔

اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

قلت: سبحان الله، أما شهدها علي! أما شهدها عمار.

میں کہتا ہوں: سبحان اللہ! کیا علی رضی اللہ عنہ اس میں شریک نہیں تھے؟ کیا عمار رضی اللہ عنہ اس میں شریک نہیں تھے؟[میزان الاعتدال للذهبی: ١/٤٧]۔

عرض ہے کہ جنگ صفین میں کتنے لوگ شریک تھے اصل مسئلہ یہ نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ الحکم نے کتنی تعداد بتلائی ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۹۰ھ) نے کہا:

حَدثنِي أبي قَالَ حَدثنَا أُميّة بن خَالِد قَالَ قلت لشعبة أَن أَبَا شيبَة حَدثنَا عَن الحكم عَن عبد الرّحْمَن بن أبي ليلى أَنه قَالَ شهد صفّين من أهل بدر سَبْعُونَ رجلا قَالَ كذب وَالله لقد ذاكرت الحكم ذَاك وَذَكَرْنَاهُ فِي بَيته فَمَا وجدنَا شهد صفّين أحد من أهل بدر غير خُزَيْمَة بن ثَابت.

امیہ بن خالد کہتے ہیں کہ: میں نے امام شعبہ سے کہا؛ ابوشیبہ نے مجھ سے بیان کیا حکم عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کی سند سے کہ: عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نے کہا: صفین میں ستر بدری صحابہ نے شرکت کی۔ تو امام شعبہ رحمہ اللہ نے کہا: اللہ کی قسم! ابوشیبہ نے جھوٹ کہا، میں نے تو حکم سے اس سلسلے میں مذاکرہ کیا اوران کے گھر میں اس بارے میں بات ہوئی، تو ہم نے نہیں پایا کہ اہل بدر میں سے خزیمہ بن ثابت کے علاوہ کسی نے صفین میں شرکت کی[العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله : ١/٢٨٧ واسناده صحيح]۔

یعنی ابراہیم بن عثمان نے الحکم کے حوالہ سے ستر کی تعداد بتلائی، لیکن امام شعبہ نے الحکم سے مذاکرہ کیا تو الحکم کو صرف ایک ہی صحابی کے شرکت کی بات معلوم تھی۔

یعنی امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابراہیم بن عثمان کو اصحاب صفین کی تعداد نقل کرنے میں جھوٹا نہیں کہا، بلکہ یہ تعداد الحکم کے حوالہ سے نقل کرنے پر جھوٹا کہا کیونکہ الحکم کو اس تعداد کا علم ہی نہیں تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ابراہیم بن عثمان نے الحکم پر جھوٹ بولا۔

رہا امام ذہبی رحمہ اللہ کا اظہار تعجب تو محض الحکم کی معلومات پر ہے، یعنی امام ذہبی رحمہ اللہ اس بات

پر حیرت کا اظہار کر رہے ہیں کہ الحکم کو اصحاب صفین میں سے صرف ایک ہی نام کا علم کیسے رہا جبکہ اور لوگ بھی اس میں شریک تھے، یعنی امام ذہبی رحمہ اللہ کا اظہار تعجب الحکم کی معلومات پر ہے نہ کہ ابراہیم بن عثمان کو جھوٹا کہے جانے پر، ایسی صورت میں امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ اظہار تعجب تو ابراہیم بن عثمان کے کذاب ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جس شخص کو صرف ایک صحابی کی شرکت معلوم ہو، عین اسی شخص سے ستر صحابہ کی شرکت نقل کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

اگر کوئی کہے کہ مذاکرہ میں الحکم نے یہ تو نہیں کہا کہ میں نے ابراہیم سے یہ تعداد نہیں بیان کی۔

تو عرض ہے کہ مذاکرہ میں الحکم کے سامنے اس بات کا تذکرہ ہی کہاں ہوا کہ ان کے حوالے سے ابراہیم بن عثمان ستر صحابہ کی شرکت بیان کر رہا ہے، مذاکرہ تو اس بات پر تھا کہ جنگ صفین میں کتنے بدری صحابہ نے شرکت کی، اور اس مذاکرہ میں خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور نام سامنے نہ آسکا، تو اسی بات کو امام شعبہ رحمہ اللہ نے دلیل بنایا ہے کہ جب الحکم کو صرف ایک ہی صحابی کا نام معلوم تھا تو انہیں کے حوالہ سے ابراہیم بن عثمان نے ستر صحابہ کا نام کیسے بتادیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابراہیم بن عثمان نے الحکم پر جھوٹ بولا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: علامہ نذیر احمد الاملوی رحمہ اللہ کی کتاب (انوار المصابیح: ص:۱۷۳، ۱۷۷)۔

☆**دوسرا شبہ:**

بعض لوگ کہتے ہیں کذب کا اطلاق غلطی پر بھی ہوتا ہے لہٰذا امام شعبہ نے جو کذب کی بات کہی ہے وہ غلطی کرنے کے معنی میں ہے۔ عرض ہے کہ:

اول: تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ ابراہیم بن عثمان کو کثیر الغلط کے معنی میں جھوٹا کہا گیا ہے، کیونکہ مطلقاً جب کسی کے کذب کی بات کہی جائے تو حقیقی معنی ہی مراد ہوگا الا یہ کہ کوئی قرینہ مل جائے، اور یہاں کوئی قرینہ نہیں۔

دوم: امام شعبہ رحمہ اللہ کے دیگر اقوال اس بات پر زبردست شاہد ہیں کہ انہوں نے ابراہیم بن عثمان کو حقیقی معنوں میں جھوٹا قرار دیا ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۳ھ) نے کہا:

أخبرنا محمد بن أحمد بن رزق، أخبرنا جعفر بن محمد بن نصير الخالدی، حدثنا محمد بن عبد الله بن سليمان الحضرمی، حدثنا محمد بن موسى، حدثنا المثنى هو ابن معاذ حدثنا أبی قال: كتبت إلى شعبة وهو ببغداد أسأله عن أبی شيبة القاضی أروی عنه؟ قال: فكتب إلي: لا ترو عنه فإنه رجل مذموم، وإذا قرأت كتابی فمزقه.

معاذ کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبہ کو خط لکھا وہ بغداد میں تھے۔ میں ان سے ابوشیبہ قاضی کے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ کیا میں اس سے روایت کروں؟ تو امام شعبہ رحمہ اللہ نے جواباً مجھے لکھا: تم اس سے روایت مت کرو کیونکہ وہ برا شخص ہے۔ اور اس خط کو پڑھنے کے بعد اسے پھاڑ دینا[تاریخ بغداد: ۱۰/٦ واسناده صحیح واخرجه ایضا ابن حبان فی المجروحین: ۱۰٤/۱ من طریق المثنی به]۔

امام شعبہ رحمہ اللہ کے اس قول میں غور کیجئے اس میں امام شعبہ، ابراہیم کو برا آدمی کہہ رہے ہیں غور کریں کہ اگر امام شعبہ کی نظر میں ابراہیم بن عثمان دیندار شخص ہوتا اور اس کے تعلق سے امام شعبہ نے کذب، غلطی کے معنی میں استعمال کیا ہوتا تو اسے **رجل مذموم** (برا آدمی) نہ کہتے۔ معلوم ہوا کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے حقیقی معنی میں کذب کا اطلاق کیا ہے۔

یاد رہے کہ کچھ لوگ ابراہیم بن عثمان کے دفاع میں امام ابن عدی اور یزید بن ہارون کا قول بھی پیش کرتے ہیں، اس کی پوری وضاحت اوپر کی جا چکی ہے۔

معلوم ہوا کہ اس روایت میں موجود ابوشیبہ، ابراہم بن عثمان نامی راوی پر جھوٹ بولنے کی جرح ہے اور اس کا جھوٹ بولنا ثابت بھی ہے لہٰذا اس کی بیان کردہ یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ احمد بن محمد بن جعفر قدوری حنفی نے کہ ایک روایت سے متعلق کہا:

ولأن أبا شيبة إبراهيم بن عثمان قاضي واسط كذاب

کیونکہ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان، واسط کا قاضی بہت بڑا جھوٹا ہے[کتاب التجرید للقدوری: ص۲۰۳]۔

❁ دوسری مرفوع روایت: (حدیث جابر رضی اللہ عنہ)

ابوالقاسم حمزۃ بن یوسف بن ابراہیم السہمی القرشی الجرجانی (المتوفی: ۴۲۷ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْقَصْرِيُّ الشَّيْخُ الصَّالِحُ رَحِمَهُ اللَّهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحناز عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَتِيكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النبي صلى الله عليه وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسُ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِثَلاثَةٍ .

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رمضان میں ایک رات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کو چوبیس رکعات اور تین رکعات وتر پڑھائی۔ [تاریخ جرجان:۔ص:۳۱۷]۔

یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے اس میں درج ذیل علتیں ہیں۔

پہلی علت:

عبدالرحمٰن بن عطاء بن ابی لبیبۃ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ) نے کہا:

فِيهِ نَظَرٌ.

اس میں نظر ہے [التاریخ الکبیر للبخاری:۔ ۳۳۶/۵]۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳ھ) نے کہا:

ممن لا يحتج به فيما ينفرد به فكيف فيما خالفه فيه من هو أثبت منه.

اگر یہ منفرد ہوتو بھی حجت نہیں کہ پھر جس میں اس نے اپنے سے اوثق کی مخالفت کی ہو اس کا کیا حال ہوگا [الاستذکار: ۸۳/٤]۔ نیز کہا:

ليس عندهم بذلك وترك مالك الرواية عنه وهو جاره وحسبك بهذا.

یہ محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں ہے اور امام مالک نے اس سے روایت ترک کردی ہے جبکہ امام مالک اس کے پڑوسی تھے، یہی بات کافی ہے [التمهيد لابن عبد البر: ۲۲۸/۱۷]۔

دوسری علت:

عمر بن ہارون:

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۹۸ھ) نے کہا:

لَمْ تكن لَهُ قيمة عندي.

میرے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں تھی [الكامل لابن عدی: ۵۷/٦ واسناده صحيح]۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۰ھ) نے کہا:

تَرَكوا حَديثه.

محدثین نے اس کی حدیث چھوڑ دی ہے [الطبقات الكبير لابن سعد: ۳۷۸/۹]۔

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ) نے کہا:

عمر بن هارون كذاب.

عمر بن ہارون بہت بڑا جھوٹا ہے [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۱٤۱/٦ واسناده صحيح]۔

امام ابن حبان نے ابن معین کی تائید کرتے ہوئے کہا:

والمناكير في روايته تدل على صحة ما قال يحيى بن معين فيه.

اس کی روایات میں مناکیر کا ہونا دلالت کرتا ہے کہ امام ابن معین نے اس کے بارے میں جو (کذاب) کہا ہے وہ صحیح ہے۔[المجروحين لابن حبان:٢/٩١]۔

۞ امام صالح بن محمد جزرة رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔

كان كذابا.

یہ بہت بڑا جھوٹا تھا[تاريخ بغداد للخطيب البغدادي:١٣/١٥ واسناده ضعيف]۔

۞ امام ابن المبارک رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔

هو كذاب.

یہ بہت بڑا جھوٹا ہے[تاريخ بغداد للخطيب البغدادي:١٣/١٥ واسناده ضعيف]۔

نوٹ:- امام صالح بن محمد اور ابن مبارک رحمہما اللہ کے اقوال کی سند ضعیف ہے لیکن ابن معین رحمہ اللہ کا قول بسند صحیح ثابت ہے اور ابن حبان نے بھی ان کی تائید کی ہے۔

۞ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱ھ) نے کہا:

لا اروى عنه شيئا.

میں اس سے کچھ بھی روایت نہیں کرتا[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:٦/١٤١ واسناده صحيح]۔

۞ امام جوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۹ھ) نے کہا:

عمر بن هارون: لم يقنع الناس بحديثه.

عمر بن ہارون کی حدیث سے محدثین راضی نہیں ہیں[أحوال الرجال للجوزجاني:ص:٣٥٥]۔

۞ امام عجلی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۱ھ) نے کہا:

عمر بن هارون بن يزيد الثقفي ضعيف .

عمر بن ہارون الثقفی ضعیف ہے[تاريخ الثقات للعجلي:٢/١٧١]۔

۞ امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۴ھ) نے کہا:

الناس تركوا حديثه.

لوگوں نے اس کی حدیث ترک کردی ہے[الجرح والتعديل:٦/١٤١ واسناده صحيح]۔

۞ امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ) نے کہا:

ضعيف الحديث.

یہ ضعیف الحدیث ہے[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:٦/١٤١]۔

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ) نے کہا:

عمر بن هَارُون الْبُلْخِي مَتْرُوك الحَدِيث بَصرِي.

عمر بن ہارون البلخی، یہ متروک الحدیث ہے، بصری ہے[الضعفاء والمتروكون للنسائي:ص:٨٤]۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ) نے کہا:

كان ممن يروى عن الثقات المعضلات ويدعى شيوخا لم يرهم.

یہ ثقہ رواۃ سے معضلات بیان کرتا تھا اور ایسے اساتذہ کا دعوی کرتا تھا جن کو دیکھا بھی نہیں تھا[المجروحين لابن حبان:۔٢/ ٩٠]۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ) نے کہا:

عمر بن هارون البلخي، ضعيف.

عمر بن ہارون البلخی ضعیف ہے[كتاب الضعفاء والمتروكين للدارقطني:ص:١٦]۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۳۰ھ) نے کہا:

لَا شَيْء.

اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے[الضعفاء لأبى نعيم:ص:١١٣]۔

امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۰۷ھ) نے کہا:

عمر بن هارون البخلى ليس بشيء فى الحديث.

عمر بن ہارون کی حدیث میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔[معرفة التذكرة لابن القيسراني:ص:١٧٦]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

واه اتهمه بعضهم.

یہ سخت ضعیف ہے اور بعض نے اسے متہم کہا ہے۔[الكاشف للذهبي:٢/ ٧٠]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

متروك وكان حافظا.

یہ متروک ہے اور حافظ تھا[تقريب التهذيب لابن حجر:رقم:٤٩٧٩]۔

تیسری علت:

محمد بن حمید الرازی۔ یہ کذاب اور بہت بڑا جھوٹا راوی ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ:ص ۴۴۰ پر ثابت کیا ہے۔اس کے بارے میں بعض محدثین کے

اقوال ملاحظہ ہوں:

۞ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ) نے کہا:

فِيهِ نَظَرٌ.

اس میں نظر ہے[التاريخ الكبير للبخاری: ۱/۶۹]۔

۞ امام جوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۹ھ) نے کہا:

محمد بن حميد الرازی: كان ردیء المذهب، غير ثقة.

محمد بن حمید الرازی، یہ بدمذہب اور غیر ثقہ تھا[احوال الرجال للجوزجانی:ص:۳۵۰]۔

۞ ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی، (المتوفی:۲۷۷ھ) نے کہا:

هذا كذاب.

یہ بہت بڑا جھوٹا ہے[الضعفاء لابی زرعه الرازی:۲/۷۳۹]۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ) نے کہا:

كان ممن ينفرد عن الثقات بالأشياء المقلوبات.

یہ ثقات سے الٹ پلٹ باتیں بیان کرنے میں منفرد ہوتا تھا[المجروحین لابن حبان:۲/۳۰۳]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

محمد بن حميد بن حيان الرازی حافظ ضعيف.

محمد بن حمید بن حیان الرازی، یہ حافظ اور ضعیف ہے۔[تقریب:۔رقم:۵۸۳٤]۔

۞ خان بادشاہ بن چاندی گل دیوبندی لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ کذاب اور اکذب اور منکر الحدیث ہے۔(القول المبین فی اثبات التراویح العشرین والرد علی الالبانی المسکین:۔ص:۳۳۴)۔

نیز دیکھئے رسول اکرم کا طریقہ نماز از مفتی جمیل صفحہ ۳۰۱۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت:

جابر رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ روایت موضوع اور من گھڑت ہونے کے ساتھ ساتھ، جابر رضی اللہ عنہ ہی سے منقول صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے، کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح پڑھائی، کما مضیٰ دیکھیے: ص ۱۹۔

باب دوم: رکعات تراویح اورصحابہ کرام رضی اللہ عنہ

فصل اول:آٹھ (۸) رکعات تراویح سے متعلق روایت مؤطا مالک روایت کے الفاظ مع سند ومتن

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی:۱۷۹) نے کہا:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَ: وَقَدْ كَانَ الْقَارِءُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ، حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ.

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام سوسو آیتیں ایک رکعت میں پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور فجر کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ [موطأ مالك:۔ ۱/۱۱۵،واسناده صحيح على شرط الشيخين ومن طريق مالك رواه ، ۲/النسائى فى السنن الكبرى:۔ ۳/۱۱۳،رقم:۴٦۸۷ ، و ۳/ الطحاوى فى شرح معانى الآثار :۔ ۱/۲۹۳،رقم:۱۷٤۱، و ٤/ابوبكر النيسابورى فى الفوائد :ق ۱۳٦/أ، نيزديكهيں: ترقيم الشامله ص: ۱٦،رقم: ۱۸، و ۵/البيهقى فى السنن الكبرى :۔ ۲/٤۹٦،رقم :٤۳۹۲ كلهم من طريق مالك به]۔

یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اس کی سند میں کسی علت کا نام ونشان تک نہیں ، اس روایت سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آٹھ رکعات تراویح اور تین رکعات وتر ہی کا حکم دیا اوران کے دور میں آٹھ رکعات تراویح ہی ہوتی تھی۔

اس روایت کے برخلاف کسی ایک بھی روایت میں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ عہد فاروقی میں یا اس سے قبل یا اس کے بعد کسی ایک بھی صحابی نے آٹھ رکعات سے زائد تراویح پڑھی ہو۔اس سے ثابت ہوا کہ تراویح کی آٹھ رکعات ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع تھا۔

اب ذیل میں اس روایت کی سند پر معلومات پیش خدمت ہیں:

سند کے رجال کا تعارف

مذکورہ روایت کی سند بالکل صحیح اور بے داغ ہے۔

اس روایت کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسے صحابی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے سائب بن یزید بھی صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔

اور پھر امام مالک اوران صحابی کے بیچ صرف ایک راوی محمد بن یوسف ہیں جو بخاری ومسلم کے زبردست ثقہ راوی ہے۔

فرداً فرداً اس سند کے رجال کا تعارف ملاحظہ ہو:

❁ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔

آپ صحابی اور خلیفہ دوم ہیں اس لئے مزید کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

❁ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ۔

آپ بھی صحابی ہیں جیسا کہ بخاری کی روایت میں اس کا ثبوت ہے چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵٦) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ.

محمد بن یوسف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا گیا تھا۔ میں اس وقت سات سال کا تھا۔ [صحیح البخاری:۔ کتاب جزاء الصيد:باب حج الصبيان، رقم: ١٨٥٨]۔

لہٰذا جب آپ بھی صحابی ہیں تو آپ کے بھی مزید تعارف کی ضرورت نہیں۔

❁ محمد بن یوسف المدنی۔

آپ بخاری ومسلم کے زبردست راوی ہیں، آپ کی ثقاہت واتقان پر اہل فن کا اتفاق ہے، میرے ناقص مطالعہ کی حدتک کسی بھی ناقد امام نے ان پرکوئی جرح نہیں کی ہے، لہٰذا ان کے بارے میں بھی تفصیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان سے متعلق اہل فن کے اقوال

کا خلاصہ کرتے ہوئے انہیں **ثقة ثبت** کہا ہے چنانچہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

محمد بن یوسف بن عبد اللہ الکندی المدنی الأعرج ثقة ثبت. [تقریب التھذیب لابن حجر:۔رقم:٦٤١٤]۔

۞ امام مالک رحمہ اللہ۔

آپ ائمہ اربعہ میں سے ایک معروف امام ہیں آپ بھی محتاج تعارف نہیں۔

معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ بہت ہی بلند پایہ ثقہ اور معروف ومشہور رواۃ سے منقول ہوئی ہے لہٰذا اس روایت کی سند اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔

۞ **فائدۃ**:۔ روایت مذکورہ کے تمام رجال نہ صرف یہ کہ بخاری ومسلم کے رجال میں سے ہیں بلکہ عین اسی سلسلہ سند سے بخاری ومسلم میں احادیث بھی منقول ہیں۔

☆ سند مذکور سے بخاری میں روایت:

پہلی روایت:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:٢٥٦) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: حُجَّ بِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ. [صحیح البخاری:۔کتاب جزاء الصید: باب حج الصبیان، رقم: ١٨٥٨]۔

دوسری روایت:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:٢٥٦) نے کہا:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَسَعْدًا، وَالمِقْدَادَ بْنَ الأَسْوَدِ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أُحُدٍ. [صحیح البخاری:۔کتاب الجهاد والسیر :باب من حدث بمشاهده فی الحرب، رقم:٢٨٢٤]۔

تیسری روایت:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، قَالَ: صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَالمِقْدَادَ، وَسَعْدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا أَنِّي سَمِعْتُ طَلْحَةَ: يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ أُحُدٍ. [صحيح البخاري:۔ كتاب المغازي: باب إذ همت طائفتان منكم ......، رقم:٤٠٦٢]۔

☆ **سند مذکور سے مسلم میں روایت:**

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۱) نے کہا:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، قَالَ: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يُحَدِّثُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: شَرُّ الْكَسْبِ مَهْرُ الْبَغِيِّ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ، وَكَسْبُ الْحَجَّامِ. [صحيح مسلم:۔ كتاب المساقاة: باب تحريم ثمن الكلب، وحلوان الكاهن......، رقم:١٥٦٨]۔

لطائف سند

اول: صحابی عن صحابی

صحابی سے روایت کرنے والے بھی صحابی ہیں۔

دوم: سلسلۃ الذھب

امام مالک رحمہ اللہ اور صحابی کے بیچ صرف ایک روای کا فاصلہ ہے، یعنی یہ سند سلسلۃ الذھب ہے۔

سوم: مدنی سند

بشمول امام مالک سند کے تمام رجال مدنی ہیں، یعنی مذکورہ روایت مدنی سند سے منقول ہے۔

گھر کی شہادت

محمد بن علی النیموی الحنفی (المتوفی:۱۳۲۲ھ) نے روایت مذکورہ کی سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے کہا:

اسناده صحيح . یعنی اس کی سند صحیح ہے۔[آثار السنن:۔ج:۲،ص:۲۵۰]۔

روایت مذکورہ پر اعتراضات

اس روایت پر دو قسم کے اعتراضات کئے جاتے ہیں:

پہلی قسم : **متن پر اعتراض۔**

دوسری قسم: **رواۃ پر اعتراض۔**

ذیل میں ہم دونوں قسموں پر مشتمل اعتراضات کی حقیقت بیان کرتے ہیں:

اعتراض کی پہلی قسم

(متن پر اعتراض)

متن پر پہلا اعتراض

(تعداد رکعات کے بیان میں اختلاف)

کہا جاتا ہے کہ اس روایت میں رکعات تراویح کی تعداد کے بیان میں اضطراب ہے کسی میں گیارہ کی تعداد بتائی گئی ہے تو کسی میں تیرہ کی، کسی میں اکیس کی، لہٰذا یہ روایت مضطرب ہے۔

عرض ہے کہ گیارہ کی تعدا کے علاوہ جس طریق میں اکیس کی تعداد آئی ہے وہ ثابت ہی نہیں تو پھر اضطراب کہاں؟ جہاں تک تیرہ کی تعداد کا معاملہ ہے تو اسے محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے اور:

اول:

یہ گیارہ کی تعداد کے خلاف نہیں ہے بلکہ تطبیق ممکن ہے تفصیل اگلے سطور میں آرہی ہے، یاد رہے کہ نیموی الحنفی نے بھی تطبیق ہی کا موقف اختیار کیا ہے کما سیاتی۔

دوم:

اگر تطبیق کی صورت نہ اختیار کی جائے تو لازمی طور پر ابن اسحاق کی روایت شاذ ہوگی کیونکہ ابن اسحاق نے تنہا، محمد بن یوسف سے تیرہ کی تعداد نقل کی ہے کسی بھی دوسرے راوی نے ان کی متابعت نہیں کی ہے جبکہ امام مالک نے گیارہ کی تعداد نقل کی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ حافظہ میں ابن اسحاق سے بڑھ کر ہیں مزید یہ کہ دیگر پانچ راویوں نے بھی امام مالک کی متابعت کی ہے کما سیاتی ، لہٰذا پانچ

راویوں کی جماعت کے بالمقابل تنہا ابن اسحاق کے بیان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، بالخصوص جبکہ ان کے حفظ پر بھی لوگوں نے کلام کیا ہے۔

سوم:

حنفی حضرات تو محمد بن اسحاق کو کذاب ودجال اور نہ جانے کیا کیا کہتے پھرتے ہیں، پھر کس منہ سے وہ اس کی ایک منفرد روایت کو ایک جماعت کی روایات کے خلاف پیش کررہے ہیں۔

لطف تو یہ ہے کہ حنفی حضرات امام مالک ہی کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ امام مالک نے محمد بن اسحاق کو دجال کہا ہے، اور پھر تراویح کی بات آتی ہے تو امام مالک ہی کے خلاف اس کی روایت پیش کردیتے ہیں۔

الغرض یہ کہ گیارہ کی تعداد کی مخالفت ثابت نہیں لہٰذا اضطراب کا دعویٰ فضول ہے، نیز اضطراب اس وقت تسلیم کیا جاتا ہے جب ترجیح کی کوئی صورت نہ ہو، لیکن اگر ترجیح کی صورت موجود ہو تو اضطراب کا دعویٰ مردود ہے:

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ (المتوفی ٦٤٣) نے کہا:

المضطرب من الحديث :هو الذى تختلف الرواية فيه فيرويه بعضهم على وجه وبعضهم على وجه آخر مخالف له، وإنما نسميه مضطربا إذا تساوت الروايتان . أما إذا ترجحت إحداهما بحيث لا تقاومها الأخرى بأن يكون راويها أحفظ، أو أكثر صحبة للمروى عنه، أو غير ذلك من وجوه الترجيحات المعتمدة، فالحكم للراجحة، ولا يطلق عليه حينئذ وصف المضطرب

مضطرب وہ حدیث ہے جس کی روایت میں اس طرح اختلاف ہو کہ بعض ایک طرح روایت کریں اور بعض اس کے مخالف دوسری طرح روایت کریں، اور ہم ایسی حدیث کو اس وقت مضطرب کہیں گے جب طرفین کی روایت مساوی اور ایک درجے کی ہو۔ لیکن اگر دونوں میں سے کوئی روایت راجح قرار پائے اس طرح کہ دوسری روایت اس کے ہم پلہ نہ ہو، بایں طور کہ اس کے رواى احفظ ہوں یا مروی عنہ کے ساتھ اس نے زیادہ مدت گذاری ہو، یا اس کے علاوہ معتمد وجوہ ترجیحات میں سے کوئی ہو تو حکم راجح روایت کے اعتبار سے لگے گا اور ایسی صورت میں یہ روایت مضطرب نہیں ہوگی۔ [مقدمة ابن الصلاح:ص ٩٤]

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی:٦٧٦) نے کہا:

المضطرب هو الذى يروى على أوجه مختلفة متقاربة، فإن رجحت إحدى

الـروايتيـن بـحـفـظ راويهـا أو كثرة صحبته المروى عنه، أو غير ذلك :فـالحكم للراجحة، ولا يكون مضطرباً.

مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف ایسے طرق سے مروی ہو جو آپس میں ہم پلہ ہوں اور اگر دو روایات میں ایک روایت راجح قرار پائے اس کے روای کے احفظ ہونے کے سبب یا مروی عنہ کے ساتھ کسی راوی کی کثرت صحبت کے سبب یا کسی اور وجہ سے تو حکم راجح روایت کے اعتبار سے لگے گا اور ایسی صورت میں یہ روایت مضطرب نہیں ہوگی۔ [التقریب:ص ٦]

متن پر دوسرا اعتراض

(رواۃ نے کبھی تعداد بیان کی ہے کبھی نہیں)

اول:

یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں کیونکہ محدثین اختصار کی خاطر اپنی بیان کردہ روایت میں کمی بیشی کرتے رہتے ہیں، اس طرح کی باتوں کو اضطراب کی دلیل بنانا یا تو اس فن سے ناواقفیت کی دلیل ہے یا مغالطہ بازی اور دھوکہ دہی ہے، اگر اس طرح کی باتوں کو بنیاد بنا کر اضطراب کا دعویٰ کیا جانے لگا تو پھر قرآنی آیات بھی مضطرب نظر آنے لگیں گی کیونکہ قرآن میں ایک بات ایک مقام پر مختصر ہے جبکہ دوسرے مقام پر مفصل اور یہ سارا کلام صرف اللہ واحد ہی کا ہے۔

دوم:

اس شبہہ کی بنیاد جن روایات پر قائم ہے یعنی وہ روایات جن میں تعداد کا ذکر نہیں، وہ محل نظر ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں ایک ہی کتاب سے دو روایت پیش کی جاتی ہے، دونوں کی حقیقت ملاحظہ ہو:

پہلی روایت:

امام عمر بن شبۃ رحمہ اللہ (المتوفی:٢٦٢) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو ذُكَيْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يُوسُفَ الْأَعْرَجَ، يُحَدِّثُ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ:" جَاءَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلَةً مِنْ لَيَالِي رَمَضَانَ إِلَى مَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ، وَالنَّاسُ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ بِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ وَمَعَهُ النَّفَرُ فَقَالَ: لَوِ اجْتَمَعْتُمْ عَلَى قَارِءٍ وَاحِدٍ كَانَ أَمْثَلَ، ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ جَاءَ مِنَ الْعَالِيَةِ وَقَدِ اجْتَمَعُوا عَلَيْهِ وَاتَّفَقُوا فَقَالَ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يُصَلُّونَ، وَكَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيَرْقُدُونَ آخِرَهُ. [تاریخ المدینة لابن شبة:۔ ٢/٧١٣]۔

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ مصنف کے استاذ ابو ذکیر (ذال سے) نامعلوم راوی ہیں۔
بعض نے اس کی تعیین أبو زکیر (زاء سے) سے کی ہے جن کا نام ہے **یحیی بن محمد بن قیس البصری المحاربی الضریر**، لیکن عرض ہے کہ یہ راوی بھی ضعیف ہے چنانچہ:

۞ امام عقیلی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۲) نے کہا:

لا یتابع علی حدیثه.

اس کی حدیث کی متابعت نہیں ملتی [الضعفاء الکبیر للعقیلی:۔۴/۴۲۷]۔

۞ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳) نے کہا:

أبو زکیر ضعیف.

ابوزکیر ضعیف ہے [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم:۔۹/۱۸۴ واسناده صحیح]۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴) نے کہا:

کان ممن یقلب الأسانید ویرفع المراسیل من غیر تعمد فلما کثر ذلک منه صار غیر محتج به إلا عند الوفاق.

یہ ان لوگوں میں سے تھا جو غیر ارادی طور پر اسانید کو پلٹ دیتے تھے، مرسل کو مرفوع بیان کرتے تھے۔ جب اس کے اندر یہ غلطی کثرت سے ہونے لگی تو یہ نا قابل احتجاج ہوگیا، مگر جب اس کی موافقت مل جائے [المجروحین لابن حبان:۔۳/۱۱۹]۔

دوسری روایت:

امام عمر بن شبۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۲) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يُوسُفَ، حَدَّثَهُمْ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَتَمِيمٍ الدَّارِيِّ، فَكَانَا يَقُومَانِ فِي الرَّكْعَةِ بِالْمِئِينَ مِنَ الْقُرْآنِ، حَتَّى إِنَّ النَّاسَ لَيَعْتَمِدُونَ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَيَتَنَوَّطُ أَحَدُهُمْ بِالْحَبْلِ الْمَرْبُوطِ بِالسَّقْفِ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَكُنَّا نَخْرُجُ إِذَا فَرَغْنَا وَنَحْنُ نَنْظُرُ إِلَى بُزُوغِ الْفَجْرِ. [تاریخ المدینة لابن شبة:۔۲/۷۱۶]۔

یہ اختصار ابن وھب کی طرف سے ہے کیونکہ موصوف نے اس سند میں مذکور اپنے تینوں اساتذہ

(امام مالک، اسامہ بن زید، عبداللہ بن عمر) سے ایک ہی سیاق میں روایت نقل کی اور روایت کے صرف اسی مضمون کو پیش کیا جسے ان کے تمام اساتذہ نے متفقہ طور پر بیان کیا ہے کیونکہ یہاں ان کے اساتذہ میں عبداللہ بن عمر بن حفص العمری بھی ہیں اوران سے تعداد والی روایت منقول نہیں، لہٰذا ظاہر ہے کہ وہ تعداد بیان کرتے تو اس روایت کو اپنے تمام اساتذہ سے ایک ہی سیاق میں نقل نہ کر سکتے لہٰذا انہوں نے روایت کے صرف اسی مضمون کو نقل کیا ہے جس کے بیان میں ان کے تمام اساتذہ متفق ہیں، اور متفقہ مضمون بیان کرنے کے لئے اختصار تو کیا جاسکتا ہے لیکن اضافہ نہیں کیا جاسکتا اس لئے ابن وھب نے یہاں اپنے تمام اساتذہ کی روایات سے وہ حصہ نقل کیا ہے جسے سب نے متفقہ طور پر بیان کیا ہے۔

یادرہے کہ اگر کوئی راوی مختلف اساتذہ ومختلف اسانید کے ساتھ ایک ہی روایت بیان کرے اور اس کے تمام اساتذہ اس روایت پر متفق نہ ہوں تو یہ چیز راوی پر جرح کا سبب بن جاتی ہے جیسا کہ محمد بن عمر الواقدی کا معاملہ ہے، اس پر جن اسباب کی بنا پر جرح ہوئی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ مختلف اسانید سے ایک ہی مضمون کی روایت نقل کرتے تھے حالانکہ اس مضمون پر تمام لوگوں کا اتفاق نہیں ہوتا تھا، چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے محمد بن واقدی پر جرح کرتے ہوئے کہا:

ليس أنكر عليه شيئا، إلا جمعه الأسانيد، ومجيئة بمتن واحد على سياقة واحدة عن جماعة ربما اختلفوا.

اس پر جو چیز قابل نکیر ہے وہ یہی کہ یہ مختلف اسانید کو ایک ہی متن اور ایک ہی سیاق سے ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں جب بعض کے الفاظ مختلف بھی ہو سکتے ہیں[تاريخ بغداد للخطيب البغدادي:۔٤/٢٤،اسناده حسن بالشواهد]۔

لہٰذا محدثین جب مختلف طرق سے کوئی ایک روایت پیش کرتے ہیں تو روایت کا صرف وہ حصہ پیش کرتے ہیں جو سارے طرق سے منقول ہو، یا کبھی کمی بیشی کے ساتھ بھی نقل کر دیتے ہیں اور ساتھ میں وضاحت بھی کردیتے ہیں کہ کس کے طریق میں کیا فرق ہے بصورت دیگر یہ طرز عمل ان پر جرح کا موجب ہوگا۔

الغرض یہ کہ ابن وھب نے ایک ہی مضمون اپنے متعدد اساتذہ سے نقل کیا ہے اور اختصار کی غرض

سے صرف وہ مضمون نقل کیا ہے جس پر سب کا اتفاق تھا، اور متفقہ مضمون بیان کرنے کے لئے اختصار تو کیا جا سکتا ہے لیکن اضافہ نہیں کیا جا سکتا اس لئے جس بات کو بیان کرنے میں سب متفق نہ تھے اس کا تذکرہ ابن وھب نے چھوڑ دیا ہے۔

اب رہا مسئلہ یہ کہ ان تینوں اساتذہ میں کس کس نے تعداد بیان کی ہے اور کس کس نے نہیں؟ تو عرض ہے کہ اس سند میں مذکوران کے اساتذہ میں سوائے عبداللہ بن عمر بن حفص العمری کے بقیہ دونوں اساتذہ سے تعداد منقول ہے جسے خود ابن وھب ہی نے دوسرے مقامات پر بیان کیا ہے۔

☆ چنانچہ ابن وھب نے اپنے استاذ **امام مالک** سے تعداد کا بیان امام طحاوی کی روایت میں نقل کیا ہے، دیکھئے: [شرح معانی الآثار:۔ ۲۹۳/۱، رقم: ۱۷٤۰، واسنادہ صحیح]۔

نیز ابوبکر نیساپوری کی روایت میں بھی نقل کیا ہے۔ دیکھئے: [فوائد أبي بكر النيسابوري : ق ۳٦/أ، واسنادہ صحیح]۔

☆ اسی طرح ابن وھب نے اپنے **استاذ اسامہ بن زید** سے تعداد کا بیان امام ابوبکر نیساپوری کی روایت میں نقل کیا ہے۔ دیکھئے: [فوائد أبي بكر النيسابوري: ق ۱۳۵/أ، واسنادہ صحیح]۔

☆ اب باقی بچے ان کے استاذ **عبداللہ بن عمر بن حفص العمری** تو یہ موصوف ہی ہیں جنھوں نے اپنی روایت میں تعداد بیان نہیں کی، اور یہ حضرت جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں ان کے بارے میں بعض اہل فن کے اقوال ملاحظہ ہوں:

۞ امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۹۸) نے کہا:

ضَعِيفٌ.

یہ ضعیف ہے [الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۲۸۰/۲، واسنادہ صحیح]۔

۞ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳) نے کہا:

ضَعِيف.

یہ ضعیف ہے [العلل و معرفة الرجال لأحمد: ۲/۶۰۵ واسنادہ صحیح]۔

۞ امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱) نے کہا:

هُوَ يَزِيدُ فِي الْأَسَانِيدِ.

یہ سندوں میں اضافہ کردیتا ہے[الضعفاء الكبير للعقيلي:۲/۲۸۰ واسناده صحيح]۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴) نے کہا:

فَلَمَّا فحش خَطؤُهُ استحق التّرك.

جب اس کی غلطیاں فحش ہوگئی تو یہ ترک کا مستحق ہوگیا[المجروحين لابن حبان:۔۷/۲]۔

۞ امام حاکم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۰۵) نے کہا:

لم يذكر إلا بسوء الحفظ فقط.

یہ صرف برے حافظہ کے ساتھ مذکور ہیں [المستدرك للحاكم:۔٦٤٥/٣]۔

۞ امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸) نے کہا:

الْعُمَرِيُّ غَيْرُ مُحْتَجٍّ بِهِ.

عمری ناقابل احتجاج ہے[معرفة السنن والآثار للبيهقي:۔۲۵۳/۹]۔

۞ امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۰۷) نے کہا:

ضعيف.

یہ ضعیف ہے [معرفة التذكرة لابن القيسراني:۔ص:۱۹۹]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲) نے کہا:

ضعيف عابد.

یہ ضعیف ہے، اور عبادت گذار تھا [تقريب التهذيب لابن حجر:۔۲۲۹/۱]۔

موصوف کے بارے میں مزید جرح کے لئے عام کتب رجال ملاحظہ ہو۔

معلوم ہوا کہ عدم ذکر والی روایت عبداللہ بن عمر بن حفص العمری سے اور یہ ضعیف ہیں لہٰذا تعداد کے ذکر سے خالی یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

سوم:

اگر عدم ذکر کی روایات کو بھی مقبول مان لیا جائے تو بھی ذکر والی روایات راجح قرار پائیں گی کیونکہ وہ زیادہ مضبوط اور متعدد لوگوں سے منقول ہیں، اور جب ترجیح کی صورت ممکن ہے تو اضطراب کا دعویٰ مردود ہے۔

چنانچہ درج ذیل حضرات کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تعداد بیان نہیں کی۔

☆ **امام مالک رحمه الله.**

☆ **اسامه بن زید اللیثی.**

☆ **عبدالله بن عمر العمری.**

☆ **ابو ذکیر .**

عرض ہے کہ:

☆ جہاں تک امام مالک رحمہ اللہ کا معاملہ ہے تو امام مالک کے تمام شاگردوں نے امام مالک سے تعداد نقل کی ہے حتیٰ کہ مذکورہ سند میں ان کے شاگرد ابن وھب نے بھی امام مالک سے یہ تعداد نقل کی ہے کما مضیٰ وسیاتی۔

لہٰذا ابن وھب کی وہی روایت راجح قرار پائے گی جس پر امام مالک کے تمام شاگرد متفق ہیں۔

☆ جہاں تک اسامہ بن زید اللیثی کا معاملہ ہے تو ابن وھب نے اپنے اس استاذ سے بھی تعداد نقل کی ہے جیسا کہ ربیع بن سلیمان نے ان سے روایت کیا ہے اور یہ روایت محمد بن یوسف کے دیگر تمام شاگردوں کے موافق ہے لہٰذا یہی راجح ہے نیز اس کی سند بھی اعلیٰ اور مضبوط ہے وسیاتی۔

☆ رہی عبداللہ بن عمر العمری کی روایت کی بات، تو یہ متکلم فیہ ہیں اور جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، اور رہی ابو ذکیر کی روایات تو یہ مجہول ہیں، لہٰذا ان دونوں کی روایات بھی مرجوح قرار پائیں گی۔

مزید یہ کہ درج ذیل چار لوگوں نے بھی محمد بن یوسف سے مذکورہ روایت تعداد کے ساتھ نقل کی

ہےاوران کے شاگردوں میں سرے سے کوئی اختلاف ہے ہی نہیں۔

اِسماعیل بن اُمیۃ بن عمرو بن سعید القرشی (المتوفی:۱۴۴)۔

اِسماعیل بن جعفر بن اَبی کثیر الأنصاری (المتوفی:۱۸۰ھ)۔

عبدالعزیز بن محمد بن عبید الدراوردی (المتوفی:۱۸۶ھ)۔

امام یحیٰی بن سعید رحمہ اللہ (المتوفی:۱۹۸ھ)۔

ان سب کی روایتیں آگے امام مالک کی متابعات کے تحت آرہی ہیں۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف اورصرف ابن وھب نے تعداد بیان نہیں کی ہے وہ بھی صرف ایک دفعہ اوراختصار کی غرض سے، لہٰذا محض ان کی مختصر روایت میں تعداد کا ذکر نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

متن پر تیسرا اعتراض

(الفاظ میں اختلاف)

یہ روایت بالمعنی ہے اسے اضطراب قرار دینا بے بسی کے علاوہ کچھ نہیں، اگر مفہوم کی یکسانیت کے باوجود الفاظ کے اختلاف کو اضطراب قرار دیا جائے تو اس صورت میں تو شاید ہی کوئی حدیث اضطراب کی زد سے بچ سکے بلکہ حدیث تو درکنار قرآنی آیات میں بھی اضطراب نظر آئے گا، مثال کے طور پر قرآن میں آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے لیکن ہر جگہ الفاظ یکساں نہیں ہیں۔

﴿ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِى مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾ [ص:۷۶]۔

﴿ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ﴾ [الحجر:۳۳]۔

﴿ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴾ [الإسراء:۶۱]۔

اعتراض کی دوسری قسم

(رواۃ پر اعتراض)

رواۃ پر پہلا اعتراض

(بخاری و مسلم کے ثقہ راوی محمد بن یوسف کی تغلیط)

کہا جاتا ہے کہ محمد بن یوسف سے رکعات تراویح کی تعداد کی روایت میں غلطی ہوئی کیونکہ محمد بن یوسف ہی کے استاذ سے:

☆ حارث بن عبدالرحمٰن بن أبی ذُباب

☆ اور یزید بن خصیفۃ

نے بھی یہی روایت بیان کی ہے لیکن انہوں نے رکعات کی تعداد گیارہ نہیں بتلائی ہے۔

عرض ہے کہ یہ دونوں روایات ثابت ہی نہیں ہیں لہٰذا ان کی بنیاد پر محمد بن یوسف کی تغلیط بے معنی ہے۔

ذیل میں ہم ان دونوں روایات کی حقیقت بیان کرتے ہیں:

پہلی روایت

(از: حارث بن عبدالرحمٰن بن أبی ذُباب)

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی:۲۱۱) نے کہا:

عَنِ الْأَسْلَمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا نَنْصَرِفُ مِنَ الْقِيَامِ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ، وَقَدْ دَنَا فُرُوعُ الْفَجْرِ، وَكَانَ الْقِيَامُ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ ثَلَاثَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً.

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تراویح سے فارغ ہوتے تھے تو فجر کا وقت قریب ہوتا تھا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تیئیس رکعات پڑھی جاتی تھی [مصنف عبد الرزاق:۔ ٤/ ٢٦١]۔

یہ روایت موضوع ہے اس میں کئی علتیں ہیں:

پہلی علت:

الحارث بن عبد الرحمن بن عبد الله بن سعد بن أبی ذُباب.

موصوف گرچہ صدوق ہیں لیکن یہ منکر روایات بیان کرتے ہیں:

۞ امام أبوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷) نے کہا:

یروی عنه الدراوردی أحادیث منکرة ولیس بذاک بالقوی.

دراوردی اس سے منکر احادیث بیان کرتے ہیں اور یہ ثقہ رواۃ کی طرح قوی نہیں ہیں

[الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم:۔۳/۷۹]۔

فائدہ:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے صلاۃ التراویح :۔ص:۵۲ پر صرف اسی ایک علت کی بنا پر اس روایت کو ضعیف کہا ہے کیونکہ موصوف کو اس روایت کی پوری سند نہ مل سکی تھی، دراصل علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو علامہ عینی کی کتاب عمدۃ القاری سے نقل کیا تھا اور علامہ عینی نے اسے علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سے نقل کیا، اور عمدۃ القاری میں مکمل سند منقول نہ تھی اس لئے علامہ البانی رحمہ اللہ پوری سند سے آ گاہ نہ ہو سکے لیکن موصوف نے سند کے بقیہ حصہ کے بارے میں بھی شک ظاہر کرتے ہوئے کہا:

علی أننا لا ندری إذا کان السند بذلک إلیه صحیحا فلیس کتاب ابن عبد البر فی متناول یدنا لنرجع إلیه فننظر فی سائر سنده إن کان ساقه

یعنی : ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ حارث بن عبدالرحمٰن تک بقیہ سند صحیح ہے، کیونکہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی کتاب تک ہماری رسائی نہیں ہے کہ ہم اس کی طرف رجوع کریں اور ساری سند دیکھ سکیں بشرطیکہ ابن عبدالبر نے پوری سند ذکر کی ہو۔[صلاۃ التراویح للالبانی:۔ص:۵۲]۔

لیکن حقیت یہ ہے کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی پوری سند ذکر نہیں کی ہے ملاحظہ ہو ابن عبدالبر کی کتاب کے الفاظ:

وروی الحارث بن عبد الرحمن بن أبی ذباب عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عهد عمر.[الاستذکار لابن عبدالبر:۔۲/۶۹]۔

عرض ہے کہ ہمارے سامنے اس کی پوری سند ہے اور سند کے جس حصہ سے علامہ البانی رحمہ اللہ واقف نہ ہو سکے اس حصہ میں تو کذاب راوی ہے اگر علامہ البانی رحمہ اللہ کو یہ پوری سند مل گئی ہوتی تو موصوف اس روایت کو موضوع کہتے۔

اور ہمارے سامنے چونکہ اس سند کا بقیہ حصہ بھی موجود ہے اور اس میں کذاب راوی ہے اس لئے اس روایت کے موضوع ہونے میں ہمیں ذرا بھی شک نہیں، اس سند میں جو کذاب راوی ہے اس کے بارے میں تفصیل اگلے سطور میں ملاحظہ ہو:

دوسری علت:

اِبراہیم بن محمد بن أبي یحيیٰ الاسلمی

❁ امام یحيیٰ بن سعید رحمہ اللہ (المتوفی:۱۹۸) نے کہا:

كنا نتهمه بالكذب.

ہم اسے جھوٹ سے متہم کرتے تھے [ضعفاء العقیلی:۔ ۶۳/۱ واسناده صحیح]۔

❁ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳) نے کہا:

إبراهيم بن أبي يحيى ليس بثقة كذاب.

ابراہم بن ابی یحیی ثقہ نہیں ہے، بہت بڑا جھوٹا ہے [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم:۔ ۱۲۶/۲]۔

❁ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۴) نے کہا:

ابراهيم بن أبي يحيى كَذَّاب.

ابراہیم بن ابی یحیی بہت بڑا جھوٹا ہے [سؤالات ابن أبی شیبة لابن المدینی:ص:۱۲٤]۔

❁ امام أبوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷) نے کہا:

كذاب متروك الحديث.

یہ بہت بڑا جھوٹا اور متروک الحدیث ہے [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم :۔ ۱۲۶/۲]۔

یہ صرف وہ ثابت اقوال ہیں جن میں اہل فن نے راوی مذکور کو کذاب کہا ہے، اس کے علاوہ جو

شدید جرحیں اس پر ہوئی ہیں اس کے لئے تہذیب اور عام کتب رجال کی طرف مراجعت کی جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ روایت حارث بن عبدالرحمٰن بن أبی ذُباب کی وجہ سے موضوع و من گھڑت ہے لہٰذا اس کذاب کی روایت کو بنیاد بنا کر بخاری و مسلم کے ثقہ راوی محمد بن یوسف کی تغلیط کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

دوسری روایت

(از: یزید بن خصیفہ)

علی بن الجعْد بن عبید البغدادی (المتوفی: ۲۳۰ھ) نے کہا:

أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، وَإِنْ كَانُوا لَيَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ مِنَ الْقُرْآنِ.

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں بیس رکعات پڑھتے تے اور ایک ایک رکعت میں سوسو آیات پڑھتے تھے [مسند ابن الجعد:۔ص:٤١٣]۔

یہ روایت شاذ ہے اس کی کئی وجوہات ہیں:

شذوذ پہلی وجہ

سند میں موجود یزید بن خصیفہ، رکعات کی تعداد صحیح طور سے ضبط نہیں کر سکے، اس بات کا اعتراف خود انہوں نے کرلیا ہے اور پوری صراحت کے ساتھ بتلا دیا کہ انہیں تعداد بالضبط یاد نہیں ہے بلکہ انہیں ایسا لگتا تھا کہ محمد بن سائب نے اکیس کی تعداد بتائی ہوگی، چنانچہ:

امام أبوبکر النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۴) نے کہا:

حدّثنا يوسف بن سعيد، ثنا حجاج، عن ابن جريج، حدثني إسماعيل بن أمية، أنّ محمد بن يوسف ابن أخت السّائب بن يزيد أخبره، أنّ السّائب بن يزيد أخبره قال: جمع عمر بن الخطاب الناس على أبي بن كعب وتميم الداري، فكانا يقومان

بمائة فی رکعة، فما ننصرف حتی نری أو نشک فی فروع الفجر. قال: فکنا نقوم بأحد عشر.

قلت: أو واحد وعشرین؟! قال: لقد سمع ذلک من السائب بن یزید ابنُ خصیفة. فسألتُ یزید بن خصیفة، فقال: حسبتُ أنّ السّائب قال: أحد وعشرین.

ترجمہ: سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے ساتھ تراویح پڑھنے کے لئے جمع کردیا، تو یہ دونوں ایک رکعت میں سو آیات پڑھاتے تھے پھر جب ہم نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ہم کو لگتا کہ فجر ہوچکی ہے، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔

اس روایت کے راوی اسماعیل بن امیہ نے جب محمد بن یوسف سے سنا تو پوچھا: گیارہ رکعات یا اکیس رکعات؟؟

محمد بن یوسف نے کہا: اس طرح کی بات یزید بن خصیفہ نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں کہ: پھر میں نے یزید بن خصیفہ سے اس بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔[فوائد أبی بکر النیسابوری:ق ۱۳۵/ب]۔

اس روایت میں غور کیجئے کہ محمد بن یوسف سے ان کے شاگرد اسماعیل بن امیہ نے جب گیارہ کی تعداد سنی تو مزید یاد دلا کر پوچھا کہ کیا گیارہ رکعات یا اکیس رکعات؟؟؟

یہ یاد دلانے پر بھی محمد بن یوسف نے گیارہ ہی کی تعداد بیان کی اور کہا اکیس والی بات تو ابن خصیفہ بیان کرتے ہیں، گویا کہ محمد بن یوسف کو پوری طرح اپنے حفظ وضبط پر مکمل اعتماد تھا اسی لئے انہوں اپنے شاگرد کے دوبارہ پوچھنے پر بھی گیارہ ہی کی تعداد بتلائی۔

نیز محمد بن یوسف کو یہ بھی معلوم تھا کہ یزید بن خصیفہ اکیس کی تعداد بتلاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے گیارہ ہی کی تعداد آگے روایت کی اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف نے پورے وثوق سے گیارہ کی تعداد بیان کی ہے۔

اس کے برعکس یزید بن خصیفہ کا حال یہ ہے کہ ان سے جب تعداد کے بارے میں پوچھا گیا تو

انہوں نے تردد ظاہر کیا اور یوں کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید نے اکیس کی تعداد بتلائی تھی، نیز انہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان کے دوسرے ساتھی کیا تعداد بیان کرتے ہیں لہٰذا ان کی بیان کردہ تعداد مشکوک ہے اور محمد بن یوسف کی بیان کردہ تعداد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

اسماعیل بن امیہ نے اپنے استاذ محمدبن یوسف سے سوال کیوں کیا؟؟

یہاں پر ایک بات غور طلب یہ ہے کہ اسماعیل بن امیہ کے استاذ محمد بن یوسف نے جب ان کے سامنے گیارہ کی تعداد بیان کی تو انہوں نے اپنے استاذ سے دوبارہ کیوں پوچھا کہ گیارہ رکعات یا اکیس رکعات؟

دکتور بقالی صاحب نے کہا کہ:

فهـذا الـنّص يشعر بأن محمد بن يوسف لم يكن بذاک الضابط المتقن للعدد؛ ولـذلک جعل إسماعيل بن أمية يراجعه ويستوثقه بقوله: أو واحد وعشرين وكأنّه سمع ذلک من غيره. [فصـل الـخـطـاب فی بيان عدد ركعات صلاة التراويح فی زمن عمر بن الخطاب :ـ (المنشورعلى الشبكه)]۔

یعنی اس نص سے پتا چلتا ہے کہ محمد بن یوسف کو تعداد صحیح طرح یاد نہ تھی اسی لئے ان کے شاگرد ابن امیہ نے انہیں ٹوکا۔

عرض ہے کہ اسماعیل بن امیہ کے ٹوکنے سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ محمد بن یوسف کو تعداد یاد نہ تھی کیونکہ اسماعیل بن امیہ کے ٹوکنے کے بعد بھی محمد بن یوسف نے گیارہ ہی کی تعداد بتلائی۔

اصل بات یہ ہے کہ اسماعیل بن امیہ کے انہیں استاذ محمد بن یوسف ہی کے حوالہ سے کچھ لوگ یہ بھی بیان کرتے پھرتے تھے کہ انہوں نے اکیس کی تعداد روایت کی ہے، جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے، چنانچہ:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی:۲۱۱) نے کہا:

عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَغَيْرِهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، "أَنَّ

عُمَرَ: جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَلَى إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ وَيَنْصَرِفُونَ عِنْدَ فُرُوعِ الْفَجْرِ.''

داؤد بن قیس وغیرہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا انہوں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے ساتھ اکیس رکعات تراویح پڑھنے کے لئے جمع کردیا، یہ سو سو آیات پڑھتے تھے اور اور فجر کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔[مصنف عبد الرزاق:۔۲۶۰/۴ وهو ضعيف كما سياتی التفصيل]۔ یہ روایت ضعیف ہے تفصیل آگے آرہی ہے۔

اس روایت میں دیکھیں کہ اسماعیل بن امیہ کے استاذ محمد بن یوسف ہی کے حوالے سے دوسرے لوگوں نے اکیس کی تعداد نقل کی ہے، یقیناً یہ بات اسماعیل بن امیہ تک بھی پہونچی ہوگی اور انہوں نے یہ سن رکھا ہوگا کہ محمد بن یوسف نے اکیس کی تعداد بیان کی ہے لیکن جب انہوں نے اپنے استاذ محمد بن یوسف سے براہ راست یہ روایت سنی تو محمد بن یوسف نے اکیس کی تعداد نہیں بتلائی جیسا کہ لوگوں نے ان کے حوالہ سے بیان کر رکھا تھا بلکہ گیارہ کی تعداد بتلائی، ظاہر ہے کہ ان کے شاگرد کو حیرانی ہوگی کیونکہ انہوں نے اپنے اسی استاذ کے حوالہ سے اکیس کی تعداد سنی تھی، لہٰذا انہوں نے فوراً سوال اٹھا دیا کہ گیارہ رکعات یا اکیس رکعات؟؟ اس پر ان کے استاذ نے بتلایا کہ گیارہ ہی رکعات، اور اکیس والی تعداد تو دوسرے صاحب یزید بن خصیفہ بیان کرتے ہیں۔

اس وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس روایت میں محمد بن یوسف کے حوالہ سے اکیس کی تعداد بیان کی گئی ہے وہ مردود ہے کیونکہ محمد بن یوسف نے اس سے برأت ظاہر کردی ہے۔

تنبیه بلیغ

یاد رہے کہ فوائد أبی بکر للنیسابوری ابھی تک غیر مطبوع ہے لیکن کسی صاحب نے اس کی ٹائپنگ کرکے شاملہ فارمیٹ میں تیار کیا ہے اور شاملہ کی سائٹ پر موجود بھی ہے، اس شاملہ والے نسخہ میں مذکور روایت میں تحریف کردی گئی ہے، اور وہ عبارت جس سے یزید بن خصیفہ کے وہم کی دلیل تھی اسے بدل دیا گیا ہے:

چنانچہ مخطوطہ میں اصل عبارت یوں ہے:

فسألتُ يزيد بن خصيفة، فقال: حسبتُ أنّ السّائب قال: أحد وعشرين.

ترجمہ: اسماعیل بن امیہ نے یزید بن خصیفہ سے تعداد رکعات سے متعلق پوچھا تو یزید بن خصیفہ نے کہا، مجھے لگتا ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔[فوائد أبي بكر النيسابوري:ق ١٣٥/ب]۔

چونکہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یزید بن خصیفہ کو بالضبط تعداد یاد نہ تھی اور تعداد کی بابت وہ تردد کے شکار تھے، اس لئے کچھ لوگوں نے اس عبارت میں اس طرح تحریف کردی کہ یزید بن خصیفہ کے اظہار تردد پر پردہ پڑ جائے چنانچہ شاملہ کے محولہ نسخہ میں ہے:

فسألت يزيد بن خصيفة، فقال: أحسنت إن السائب قال إحدى وعشرين.

ترجمہ: اسماعیل بن امیہ نے یزید بن خصیفہ سے تعداد رکعات سے متعلق پوچھا تو یزید بن خصیفہ نے کہا، تم ٹھیک کہہ رہے ہو سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے اکیس کہا تھا۔[فوائد أبي بكر عبد الله بن محمد بن زياد النيسابوري ،ص:١٤،ترقيم الشامله]۔

غور فرمائیں کی مذکورہ تحریف سے عبارت کیا سے کیا بن گئی، یعنی یزید بن خصیفہ کے تردد کو یقین سے بدل دیا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس شاملہ والے نسخہ کے ناسخ نے مخطوطہ کے مصدر کا حوالہ یوں دیا ہے:

[مصدر المخطوط: مجاميع المدرسة العمرية، الموجودة في المكتبة الظاهريةرقم المجموع:۔٣٧٥٥ عام (مجاميع :١٨)]۔

اسی مخطوطہ سے متعلقہ صفحہ کا عکس ہم نے ص۱۱۳ پر پیش کیا ہے قارئین ملاحظہ فرمالیں۔

مخطوطہ میں صاف پڑھا جارہا ہے کہ **حسبـــــت** سے قبل "أ" موجود نہیں ہے لہٰذا اسے "**أحسنت**" پڑھنا کسی بھی صورت میں درست نہیں۔[فوائد أبي بكر النيسابوري:ق ١٣٥/ب]۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی مخطوطہ ہی سے یہ روایت نقل کی ہے اور **حسبت** ہی نقل کیا ہے اور اس سے یزید بن خصیفہ کے تردد پر استدلال بھی کیا ہے۔ دیکھئے:[صلاة التراويح للالباني:۔ص:٥٨]۔

دکتور کمال قالمی نے بھی اسے مخطوطہ ہی سے نقل کیا ہے اور **حسبـــت** ہی نقل کیا دیکھئے موصوف کا مضمون فصل الخطاب في بيان عدد ركعات صلاة التراويح في زمن عمر بن الخطاب۔

لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ شاملہ کے نسخہ سے دھوکہ نہ کھائیں۔

یاد رہے کہ دکتور بقالی صاحب نے **حسبت** کی تاویل کی ہے جو باطل ہے، اور کہا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ یہ شک کے لئے استعمال کیا ہو بلکہ ممکن ہے کہ احتیاط کے لئے کہا ہو اور دیگر رواۃ نے تو بالجزم اسے روایت کیا ہے۔

عرض ہے کہ یہ لفظ محمد بن یوسف کے بالضبط بیان کے بالمقابل استعمال کیا گیا ہے لہٰذا سیاق وسباق تو صاف دلالت کرتا ہے کہ موصوف نے اظہار شک کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا ہے رہی دیگر روایت جو جزم کے ساتھ ہیں تو اس شک کے مخالف نہیں کیونکہ ان روایات میں شک کا انکار نہیں ہے۔

نیز اگر ابن خصیفہ نے بعض دفعہ بالجزم بیان کیا ہے تو محمد بن یوسف نے تو ہر دفعہ بالجزم بیان کیا لہٰذا اس پہلو سے بھی محمد بن یوسف ہی کی روایات راجح قرار پائے گی۔

شذوذ کی دوسری وجه

حفظ وضبط میں یزید بن خصیفہ، محمد بن یوسف سے کم تر ہیں کیونکہ:

❁ ابن خصیفه کے ضعف حفظ کی پہلی دلیل:

محمد بن یوسف کے حفظ پر کسی نے بھی جرح نہیں کی ہے جبکہ یزید بن خصیفہ کو ثقہ کہنے کے ساتھ ساتھ ان کے حفظ پر درج ذیل ناقدین کی جرح ملتی ہے۔

❁ پہلے ناقد:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱) ، چنانچہ امام مزی رحمہ اللہ نے کہا:

وَقَال أبو عُبَيد الآجری ، عَن أبی داود : قال أحمد: منكر الحديث.

یعنی امام احمد نے کہا: یزید بن خصیفہ منکر الحدیث ہے [تهذيب الكمال للمزى:۔۱۷۳/۳۲]۔

بعض اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے یہاں منکر سے منفرد حدیث بیان کرنے والا مراد لیا ہے بے دلیل و بے قرینہ ہے۔

یاد رہے کہ امام احمد بن حنبل روایت پر تفرد کے اعتبار سے منکر کا اطلاق کرتے تھے نہ کہ راوی پر

دیکھئے:. [الكامل فى ضعفاء الرجال لابن عدى:۔۵۰۰/۵ واسناده حسن]۔

تنبیة:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دکتور بشار عواد نے امام احمد کے اس قول کو غیر ثابت قرار دیا ہے اور کہا:

هذا شيء لم يثبت عن أحمد ، فيما أرى والله أعلم ، فقد تقدم قول الأثرم عنه ، وفي العلل لابنه عَبد الله ، أنه قال: ما أعلم إلَّا خَيْرًا ، وهو توثيق واضح.

میرے خیال سے امام احمد سے یہ چیز ثابت نہیں ہے واللہ اعلم، کیونکہ پہلے ان سے امام اثرم کی روایت گذر چکی ہے اور علل میں ہے کہ آپ (امام احمد رحمہ اللہ) نے کہا: میں اس کے بارے میں صرف خیر ہی جانتا ہوں[حاشیہ: تهذيب الكمال للمزي:۔ ۱۷۳/۳۲]۔

عرض ہے کہ:

☆الف:

اگر بشار صاحب نے اس قول کو غیر ثابت کہا ہے تو دیگر اہل علم نے ان پر رد بھی کیا ہے مثلاً علامہ اسحاق الحوینی فرماتے ہیں:

ولعل هذا الاختلاف من يزيد بن خصيفة، فهو وإن كان ثقة إلّا أن أحمد قال في رواية:" منكر الحديث" ، وقد خولف فيه كما يأتي، وزعم المعلق على" تهذيب الكمال:(۱۷۳/۳۲)أن هذا لم يثبت عن أحمد، ولم يُبْدِ حجة سوى قوله:" فيما أرى!" وبأن أحمد قال:" لا أعلم إلا خيرًا"، وهذا القول لا يمنع أن يكون لأحمد فيه قول آخر، والله أعلم.

اور شاید یہ اختلاف یزید بن خصیفہ کی طرف سے ہے، یہ گرچہ ثقہ تھے مگر امام احمد رحمہ اللہ نے ایک روایت کے مطابق کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ اور متعلقہ روایت میں یزید کی مخالفت کی گئی ہے۔ اور تہذیب (۱۷۳/۳۲) کے حاشیہ نگار نے جو یہ کہا: یہ امام احمد سے ثابت نہیں ہے تو انہوں نے یہ کہنے کے علاوہ کوئی دلیل نہیں پیش کی ہے کہ "میرے خیال سے" اور یہ کہ امام احمد نے کہا: "میں ان کے بارے میں صرف خیر جانتا ہوں"۔ لیکن یہ قول اس بات سے مانع نہیں ہے کہ اس کے بارے میں امام احمد کا دوسرا قول بھی ہو۔ واللہ اعلم۔[فضائل القرآن لابن كثير :۔ص:۱۱۷ حاشيه]۔

☆ب:

اس قول کو امام احمد بن حنبل سے امام ابوداؤد نے روایت کیا اوران سے ابوعبید نے پھرانہیں کی کتاب سے امام مزی نے اس قول کونقل کیا پھراسے غیر ثابت کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

☆ج:

امام احمد رحمہ اللہ ہی کی طرح ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی یزید بن خصیفہ کے حفظ پر کلام کیا ہے لہٰذا بلاوجہ امام احمد کی طرف اس قول کی نسبت سے انکار کرنا درست نہیں۔

دوسرے ناقد:

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴) ، چنانچہ موصوف نے کہا:

و كان يهم كثيرا إذا حدث من حفظه.

یہ جب اپنے حافظہ سے بیان کرتے تھے تو بہت زیادہ وہم کے شکار ہوتے تھے [مشاهير علماء الأمصار لابن حبان:۔ص:۱۳۵]۔

تیسرے ناقد:

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸) ، چنانچہ موصوف نے اس راوی کو ضعفاء کی کتاب میزان میں نقل کرتے ہوئے کہا:

وروى أبو داؤد أن أحمد قال: منكر الحديث.

امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ امام احمد نے انہیں منکر الحدیث کہا ہے [ميزان الاعتدال للذهبي: ٤/ ٤٣٠]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام احمد کے قول پر کوئی تعاقب نہیں کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام ذہبی بھی اسے ثقہ کے ماننے کے ساتھ ساتھ اس کے حافظہ پر کلام کو تسلیم کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ امام ذہبی میزان میں غیر معتبر جرح نقل کرنے کے بعد اس پر رد بھی کرتے ہیں۔

<u>ابن خصیفہ کے ضعف حفظ کی دوسری دلیل</u>:

محمد بن یوسف کی کئی ایک محدث نے اعلیٰ توثیق کی ہے: ملاحظہ ہو:

☆(۱) : امام یحیٰی بن سعید نے آپ کو ثبت قرار دیا ہے۔

كان يحيى بن سعيد يثبته.

امام یحیی بن سعید انہیں ثبت قرار دیتے تھے۔[تهذيب التهذيب ٥/٣١،تاريخ ابن أبي خيثمة ٢٨٢/٢ واسناده صحيح]۔

☆(۲): امام علی بن المدینی نے بھی اسے برضاء ورغبت نقل کیا ہے چنانچہ:

امام ابن أبي خيثمة رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۹) نے کہا:

رَأَيتُ في كتاب علي بن الْمَدِينِي: سمعت يَحْيَى يقول: مُحَمَّد بن يُوسُف أثبت من عَبْد الرَّحْمَن بن حُمَيْد، وعَبْد الرَّحْمَن بن عَمَّار. قَالَ: قلت: أيما أثبت عَبْد الرَّحْمَن بن حُمَيْد أو عَبْد الرَّحْمَن بن عَمَّار؟ فقال: ما أقربهما.

وسألته عن عمر بن نبيه؟ قَالَ: لم يكن به بأس. قَالَ: وكان مُحَمَّد بن يُوسُف أعرج، وكان ثبتا وكان يقول: سمعت السائب بن يزيد وهو جدى من قِبَلِ أُمِّي.[اريخ ابن أبي خيثمة ٢٨٢/٢]۔

☆(۳) :امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے برضاء ورغبت نقل کرتے ہوئے کہا:

كَانَ يحيى يُثَبِّتُهُ.

امام یحیی بن سعید انہیں ثبت قرار دیتے تھے۔ [التاريخ الكبير للبخاري:۔ ٤٢/٢]۔

☆(۴): حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ناقدین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے یزید بن خصیفہ کو صرف ''ثقہ'' کہا ہے۔[تقريب:۔ رقم:٧٧٣٨]۔ جبکہ محمد بن یوسف کو ''ثقہ ثبت'' کہا ہے۔[تقريب: رقم:٦٤١٤]۔

ایک عجیب غلط فہمی:

بعض لوگوں نے دھاندلی میں یہ دعویٰ کرلیا کہ حافظ ابن حجر نے جو محمد بن یوسف کو ثقہ کے ساتھ ثبت قرار دیا ہے تو اس سلسلے میں انہوں نے **أحمد بن صالح المصري** کے قول پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ انہوں نے یہ قول تہذیب میں اسی راوی کے ترجمہ میں پیش کیا ہے، لیکن اس قول کا تعلق محمد بن یوسف سے نہیں بلکہ اسی نام کے دوسرے راوی سے ہے اور حافظ موصوف کو وھم ہوا ہے، لہٰذا جب یہ قول ہی ثابت نہیں تو حافظ ابن حجر کے ثبت کہنے کی بنیاد بھی گئی۔

عرض ہے کہ گرچہ محمد بن یوسف سے متعلق ''أحمد بن صالح المصری'' کا قول ثابت نہیں لیکن جرح وتعدیل کے مشہور امام یحییٰ بن سعد رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف کو ''ثبت'' قرار دیا ہے اور اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بخاری کے حوالہ سے نقل کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

كان يحيى بن سعيد يثبته.

امام یحیی بن سعید انہیں ثبت قرار دیتے تھے۔ [تهذيب التهذيب لابن حجر:۔ ۳۵/۳۱]۔

امام بخاری کی روایات ان کی کتاب تاریخ میں یوں موجود ہے:

كَانَ يحيى يُثَبِّتُهُ.

امام یحیی بن سعید انہیں ثبت قرار دیتے تھے۔ [التاريخ الكبير للبخارى:۔ ۴۲/۲]۔

اس کے ساتھ ساتھ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا:

قال بن معين قال لى يحيى لم أر شيخا يشبهه فى الثقة.

ابن معین نے کہا: مجھ سے امام یحیی بن سعید نے کہا: میں نے ثقاہت میں محمد بن یوسف کے ہم پلہ کسی کو نہیں دیکھا [تهذيب التهذيب لابن حجر:۔ ۳۵/۳۱]۔

یہ اقوال تھذیب الکمال میں بھی منقول ہیں لہٰذا حافظ ابن حجر کی بنیاد یہی اقوال ہیں جن کے بیان میں انہیں کوئی وہم نہیں ہوا ہے پھر حافظ موصوف کا محمد بن یوسف کو ثقہ کے ساتھ ثبت قرر دینا بالکل مبنی برصواب ہے۔

الغرض یہ کہ محمد بن یوسف کو دو عظیم محدث نے ثقہ وثبت کہا ہے:

ایک جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن سعد نے اور دوسرے خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجر، جبکہ یزید بن خصیفہ کے بارے میں صرف اور صرف ایک محدث ابن سعد ہی سے اعلیٰ توثیق منقول ہے، چنانچہ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا:

وَكَانَ عَابِدًا نَاسِكًا ثِقَةً كَثِيرَ الْحَدِيثِ ثَبَتًا.

یہ عابد، ناسک، ثقہ، کثیر الحدیث اور ثقہ تھے [الطبقات الكبرى لابن سعد:۔ ۲۷۴/۹]۔

لہٰذا یحییٰ بن سعید جیسے جرح وتعدیل کے امام اور حافظ ابن حجر جیسے ماہر رجال کے بالمقابل ابن سعد کی اعلیٰ توثیق کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

ابن خصیفہ کے ضعف حفظ کی تیسری دلیل:

محمد بن یوسف نے کسی بھی روایت میں اپنے حافظہ پرتردد کا اظہار نہیں کیا ہے جبکہ یزید بن خصیفہ نے اپنے حافظہ پرتردد کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ فوائد ابی بکر النیسابوری کے حوالہ سے وضاحت گذر چکی ہے۔

ابن خصیفہ کے ضعف حفظ سے متعلق بعض شبہات کا ازالہ

بعض لوگ یہ بے بنیاد دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ یزید بن خصیفہ، محمد بن یوسف سے زیادہ ثقہ ہیں ان حضرات کے شبہات کا ازالہ پیش خدمت ہے:

پہلا شبہ:

امام اثرم نے احمد بن حنبل سے یزید بن خصیفہ کے بارے میں نقل کیا:

ثقة ثقة.[الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۔۲۷٤/۹]۔

عرض ہے کہ یہ مکرر توثیق امام احمد رحمہ اللہ سے ثابت نہیں اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) یہ مکرر توثیق صرف ایک مخطوطہ میں ہے دیگر مخطوطوں میں ایسا نہیں۔
(۲) احمد بن حنبل کے کسی بھی دوسرے شاگرد نے ان سے یہ بات نقل نہیں کی ہے۔
(۳) امام احمد بن حنبل کے بیٹے نے بھی ایسا نہیں نقل کیا۔
(۴) امام احمد سے ان کے بارے میں منکر الحدیث بھی منقول ہے۔

دوسرا شبہہ:

ابن معین نے انہیں ”ثقة حجة“ کہا ہے۔

عرض ہے کہ ابن معین سے یہ قول ثابت ہی نہیں یہ قول (تہذیب الکمال للمزی:۱۷۳/۳۲) میں بے سند مذکور ہے۔

نیز ابن محرز نے کہا:

سَمِعتُ يَحيَى، وقيل له: أيما أَحبُّ إليكَ، **يزيد بن عَبد الله بن خصيفه** ، أَو

مُـحَمّد بن عَمرو بن عَلقَمَة؟ فقال: يَزيد، ويَزيد أعلاهما. [معرفة الرجال لابن معين رواية ابن محرز:۔ ۱/۱۱٦]۔

اول یہ اعلیٰ درجہ کی توثیق نہیں ہے دوم یہ قول بھی ثابت نہیں کیونکہ ابن محرز مجہول ہے۔

تیسرا شبہہ:

ابن سعد نے یزید بن خصیفہ کو تابعین میں ذکر کیا ہے لیکن محمد بن یوسف کو ذکر نہیں کیا۔

عرض ہے کہ اول تو طبقات کے کئی صفحات مفقود ہیں اس لئے محمد بن یوسف کے عدم ذکر کا دعویٰ محل نظر ہے، دوم عدم ذکر سے یہ کہاں لازم آیا کہ ابن سعد کی نظر میں وہ کم حفظ والے تھا، ایسا اسی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ جب ابن سعد نے ان کا بھی تذکرہ کیا ہوتا اور دونوں کے تعارف میں تفریق کی ہوتی، لیکن ایسا نہیں ہے لہٰذا دعویٰ ثابت نہیں ہوا۔

نیز الزاماً ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن سعد رحمہ اللہ نے یزید بن خصیفہ کو اپنی کسی مجلس میں تو نہ ثقہ کہا اور نہ ہی ان کا تذکرہ کیا، جبکہ اسی طبقہ سے تعلق رکھنے والے محمد بن یوسف کو اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیا بلکہ ایک روایت کے مطابق یہاں تک کہا: **لم أر شيخا يشبهه في الثقة.** میں نے ثقاہت میں محمد بن یوسف کے ہم پلہ کسی کو نہیں دیکھا [تهـذيـب الكمال للمزي:۔۲۷/۰٥ ، تهذيب التهذيب لابن حجر۔ ۳۱/۳٥]۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن سعد کی نظر میں یزید بن خصیفہ کے زیادہ ثقہ تھے، یادرہے کہ ابن سعد کے بالمقابل امام یحییٰ بن سعید رجال کی بابت زیادہ ماہر ہیں۔

چوتھا شبہہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف کے بارے میں کہا:

صدوق مقل.

یہ صدوق اور قلیل الحدیث ہیں [الكاشف للذهبي:۔ ۲/۲۳۲]۔

عرض ہے کہ:

(۱) : امام ذہبی رحمہ اللہ نے صدوق کے ساتھ مقل بھی کہا ہے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ

موصوف نے مقل کے اعتبار سے انہیں صدوق کہہ دیا ہے، یعنی امام ذہبی رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ ان کی مرویات کی تعداد کم ہے، اسی لئے جن کی مرویات زیادہ ہوں انہیں امام ذہبی رحمہ اللہ حافظ سے تعبیر کرتے ہیں اس پر ان کی کتاب تذکرۃ الحفاظ شاہد ہے۔

نیز امام ذہبی رحمہ اللہ نے تو قلت روایت کی وجہ سے صرف صدوق کہا ہے لیکن امام ابن معین کا طرز عمل تو یہ تھا کہ وہ قلیل الحدیث رواۃ کو **لیس بشیٔ** کہہ دیا کرتے تھے چاہے وہ ثقہ وثبت ہی کیوں نہ ہو، اور **لیس بشیٔ** سے مراد متعلقہ راوی کے حفظ کی کمزوری نہیں بلکہ اس کی مرویات کی قلت ہوتی تھی۔[التعریف برجال المؤطا:۸۱۲/۳،فتح المغیث:۱۲۳/۲،التنکیل:ص:۵٤]۔

لہٰذا اگر قلیل الحدیث کی وجہ سے کسی کو **لیس بشیٔ** کہنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تو پھر قلیل الحدیث کے سبب کسی کو صدوق کہنے سے کیا فرق پڑ سکتا ہے۔

لہٰذا امام ذہبی رحمہ اللہ کے اس صیغہ سے حافظہ کی کمزوری قطعاً مراد نہیں ، اور اس بات کی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ اگر امام ذہبی رحمہ اللہ کی نظر میں اس کا حافظہ کمزور ہوتا تو موصوف اس کا تذکرہ میزان الاعتدال میں ضرور کرتے ہیں، کیونکہ اس کتاب میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے تو ان لوگوں کا بھی تذکرہ کیا جو ثقہ وثبت ہیں اور ان پر بلا وجہ کلام کیا گیا ہے، ایسی صورت میں محمد بن یوسف کا تذکرہ تو میزان میں ضرور ہونا چاہئے کیونکہ یہ تو خود امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک کمزور حافظہ والے تھے۔

(۲) : امام ذہبی نے اسی کتاب میں یزید بن خصیفہ کو ثقہ کہنے کے ساتھ ساتھ ان کے بارے میں امام احمد کی جرح منکر الحدیث بھی نقل کی ہے اور کوئی دفاع نہیں کیا ہے، نیز اس کا تذکرہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں بھی کیا ہے اور وہاں بھی کوئی دفاع نہیں کیا ہے، جبکہ محمد بن یوسف سے متعلق امام ذھبی رحمہ اللہ نے کوئی جرح نہیں نقل کی اور اس کا تذکرہ بھی میزان میں نہیں کیا ہے۔

قارئین غور کریں کہ ایک راوی جسے امام ذہبی ضعفاء میں ذکر کریں اور کوئی دفاع نہ کریں ، ایسا راوی حفظ واتقان میں اس راوی سے بڑھ کر کیسے ہوسکتا ہے جس کا تذکرہ امام ذہبی ضعفاء کی کسی بھی کتاب میں ذکر نہ کریں، اوراس کے بارے میں کوئی جرح نہ نقل کریں۔

(۳) : متقدمین محدثین نے متفقہ طور پر محمد بن یوسف کو ثقہ کہا بلکہ جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن سعید القطان نے انہیں ثبت قرار دیا ہے، لہٰذا متقدمین اور جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن سعد کے بالمقابل امام ذہبی کے فیصلہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

شذوذ کی تیسری وجہ

یزید بن خصیفہ کی روایت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلاۃ اللیل کی تعداد گیارہ بتلائی گئی ہے، یاد رہے کہ صلاۃ اللیل ہی کو رمضان میں تراویح کہا جاتا ہے۔

لطیفہ:

کچھ لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے یزید رحمہ اللہ پر سب وشتم کرتے ہیں اور یہاں تک کہتے پھرتے ہیں کی یزید کے دور کے بعد اہل سنت نے اپنے لڑکوں کا نام یزید رکھنا بند کر دیا۔

عرض ہے کہ اکیس رکعات کی تعداد یزید نامی راوی ہی بیان کر رہے ہیں جو یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد کے تھے جبکہ گیارہ کی رکعات کی تعداد محمد نامی راوی بیان کر رہے ہیں۔

اگر یزید کے مخالفین مذکورہ بات پر یقین رکھتے ہیں تو پھر ان کے اصول کے مطابق یزید نامی راوی کوئی اچھا راوی نہیں ہوگا اس لئے ان حضرات کو یزید بن خصیفہ کے بجائے محمد بن یوسف کی روایت کو ترجیح دینی چاہئے ورنہ ایک طرف یزید نام سے بھی نفرت اور دوسری طرف محمدی سند کو نظر انداز کر کے یزیدی سند کو گلے لگا لینا، بہت حیرت انگیز ہے۔

مؤطا میں ایک منقطع روایت کو بھی بیس رکعت والے پیش کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے اس میں بھی یزید نامی ایک راوی موجود ہے۔ بلکہ بیس رکعات سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے جو مرفوع حدیث پیش کی جاتی ہے اس میں بھی یزید نام کا راوی موجود ہے دیکھئے یہی کتاب: ص ۲۸۔

تنبیہ:

کچھ لوگ محمد بن یوسف کی روایت کے بالمقابل ابن خصیفہ کی روایت کو اس لئے راجح قرار دیتے ہیں کہ ابن خصیفہ سے روایت کرنے والے شاگردوں نے رکعات کی تعداد میں اختلاف نہیں کیا ہے

جبکہ محمد بن یوسف کے شاگردوں نے تعداد رکعات میں اختلاف کیا ہے لہٰذا محمد بن یوسف کی روایت مرجوح ہوگی:

عرض ہے کہ:

اول:

محمد بن یوسف کے پانچ شاگردوں نے متفقہ طور پر ایک ہی تعداد بیان کی ہے جن میں امام مالک، یحییٰ بن سعید القطان جیسے جلیل القدر محدثین بھی ہیں لہٰذا ایک دو شاگردوں کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں۔

دوم:

محمد بن یوسف کے شاگردوں میں بھی اختلاف ثابت نہیں ہے تفصیل اگلے سطور میں:

رواۃ پر دوسرا اعتراض

(جلیل القدر محدث وفقیہ امام مالک رحمہ اللہ کی تغلیط)

کہا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے رکعات تراویح کی تعداد کی روایت میں غلطی ہوئی کیونکہ ان کے استاذ محمد بن یوسف ہی سے داؤد بن قیس نے بھی یہی روایت بیان کی ہے لیکن انہوں نے رکعات کی تعداد گیارہ نہیں بلکہ اکیس بتلائی ہے۔

ابوالقاسم رفیق دلاوری صاحب رقمطراز ہیں:

اسی طرح ہمیں یقین ہے کہ گیارہ کی روایت جو موطا امام مالک میں ہے اسناداً بالکل صحیح ہے لیکن ہمارے اہل حدیث حضرات کی بدقسمتی سے امام مالک اکیس کو گیارہ سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہوگئے تھے

[التوضیح عن رکعات التراویح:۔ص: ۱۷۰]۔

عرض ہے کہ اکیس والی روایت ثابت ہی نہیں، لہٰذا اس کی بنیاد پر امام مالک رحمہ اللہ کی تغلیط بے معنی ہے۔

ذیل میں ہم اس روایت کی حقیقت بیان کرتے ہیں:

تغلیط امام مالک رحمہ اللہ کی بنیاد

(منکر روایت)

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی:۲۱۱) نے کہا:

عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَغَيْرِهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ عُمَرَ: جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَلَى إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ وَيَنْصَرِفُونَ عِنْدَ فُرُوعِ الْفَجْرِ.

داؤد بن قیس وغیرہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا انہوں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے ساتھ اکیس رکعات تراویح پڑھنے کے لئے جمع کردیا، یہ سوسو آیات پڑھتے تھے اور اور فجر کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔[مصنف عبد الرزاق:۔ ٤/ ٢٦٠]۔

یہ روایت ضعیف ہے اور ثقہ رواۃ کے خلاف ہے لہٰذا منکر ہے اس کی علتوں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

پہلی علت:

اسحاق بن ابراہیم الدبری عن عبدالرزاق کے طریق میں ضعف:

مصنف عبدالرزاق کے مطبوعہ نسخہ میں مذکورہ روایات کو امام عبدالرزاق سے اسحاق بن ابراہیم الدبری نے نقل کیا ہے۔

اوراس طریق سے عبدالرزاق کی مرویات پر اہل فن نے کلام کیا ہے اسحاق دبری نے امام عبدالرزاق سے آخری دور میں سنا ہے اور آخر میں عبدالرزاق رحمہ اللہ مختلط ہوگئے تھے، تفصیل کے لئے دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ: ص ۲۴۷۔۲۴۸۔

لہٰذ جب امام عبدالرزاق اخیر میں مختلط ہوگئے تھے تو جن لوگوں نے ان سے اختلاط کے بعد روایت کی ہے وہ حجت نہیں اور زیر تحقیق روایت کو ان سے اسحاق الدبری نے روایت کیا اور انہوں نے امام عبدالرزاق کے اختلاط کے بعد ان سے روایت کی ہے۔ دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ: ص ۲۴۸۔۲۴۹۔

دوسری علت:

عبدالرزاق سے نقل کرنے والے ''اسحاق بن ابراہیم الدبری'' یہ خود بھی متکلم فیہ ہیں۔تفصیل کے لئے دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ: ص ۲۴۹۔۲۵۰۔

یاد رہے کہ مصنف کی عام روایات دبری کے طریق سے آنے کے باوجود بھی مقبول ہیں کیونکہ دبری کی روایت کتاب سے ہے۔لیکن جن روایات میں نکارت اور مخالفت ہو وہ دبری کی وجہ سے محل نظر ہوں گی۔

تیسری علت:

محمد بن یوسف کے چھ شاگردوں نے ان سے گیارہ رکعات کی تعداد نقل کی ہے (کما سیاتی) ان شاگردوں میں امام مالک، امام یحیی بن سعید جیسے جلیل القدر محدثین بھی ہیں لہٰذا جمہور اوراوثق کے خلاف دوسری تعداد بتلانے والی یہ روایت منکر ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اکیس رکعت والی روایت ثابت ہی نہیں لہٰذا اسے بنیاد بنا کر امام مالک رحمہ اللہ کی تغلیط کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

ابن عبدالبر پر رد

اور علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳) نے جو یہ کہا:

(هكذا قال مالك في هذا الحديث إحدى عشرة ركعة) وغير مالك يخالفه فيقول في موضع إحدى عشرة ركعة (إحدى وعشرين) ولا أعلم أحدا قال في هذا الحديث إحدى عشرة ركعة غير مالك والله أعلم.

یعنی امام مالک رحمہ اللہ نے گیارہ رکعت روایت کیا ہے جبکہ امام مالک کے علاوہ دوسرے راوی گیارہ رکعات کے بجائے اکیس رکعات روایت کرتے ہیں اور مجھے امام مالک کے علاوہ ایک بھی راوی ایسا نہیں معلوم جس نے اس روایت میں گیارہ رکعت نقل کیا ہو۔[الاستذکار:۔ ۶۸/۲]۔

عرض ہے کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی یہ بات بہت ہی عجیب وغریب ہے، کیونکہ:

اول:

علامہ ابن عبدالبر نے اکیس کی تعداد والی جس روایت پر اعتماد کرکے امام مالک رحمہ اللہ کی تغلیط کی ہے وہ صحیح نہیں کما مضیٰ۔

دوم:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے جو یہ کہا کہ مجھے ایک بھی راوی ایسا نہیں معلوم جس نے اس روایت میں گیارہ رکعت نقل کیا ہو یہ بجائے خود بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ امام مالک کے علاوہ بھی بہت سارے رواۃ نے اسی روایت کو بیان کرتے ہوئے گیارہ رکعت کی تعداد نقل کی، اسی لئے امام زرقانی نے مؤطا کی شرح میں علامہ ابن عبدالبر کی اس بات کا بھرپور رد کیا ہے۔

☆ **امام زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

وَقَوْلُهُ: إِنَّ مَالِكًا انْفَرَدَ بِهِ لَيْسَ كَمَا قَالَ فَقَدْ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ فَقَالَ: إِحْدَى عَشْرَةَ كَمَا قَالَ مَالِكٌ.

ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ صرف امام مالک نے یہ روایت بیان کرتے ہوئے گیارہ کی تعداد نقل کی ہے درست نہیں، کیونکہ سعید بن منصور نے ایک دوسرے طریق (عبدالعزیز بن محمد بن عبید الدراوردی) سے محمد بن یوسف سے نقل کیا اوراس راوی نے بھی امام مالک کی طرح گیارہ کی تعداد نقل کی ہے۔[شرح الزرقانی علی الموطأ:۔ ۴۱۹/۱]۔

☆ **علامہ سبکی (المتوفی:۷۵٦ھ)** بھی ابن عبدالبر پررد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَكَأَنَّهُ لَمْ يَقِفْ عَلَى مُصَنَّفِ سَعِيدِ بْنِ مَنْصُورٍ فِي ذَلِكَ فَإِنَّهُ رَوَاهَا كَمَا رَوَاهَا مالك عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ محمد بن يوسف شَيْخِ مالك.

لگتا ہے کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ سعید بن منصور رحمہ اللہ کی کتاب سے واقف ہی نہیں ہوئے کیونکہ اس کتاب میں بھی امام مالک ہی کی روایت کے مطابق، امام مالک کے شیخ محمد بن یوسف سے عبدالعزیز بن محمد نے روایت کیا ہے۔[الحاوی للفتاوی:۔ ۴۱۷/۱]۔

☆ **بلکہ نیموی حنفی بھی فرماتے ہیں**

مَا قاله بن عَبْدِ الْبَرِّ مِنْ وَهَمِ مَالِكٍ فَغَلَطٌ جِدًّا لِأَنَّ مَالِكًا قَدْ تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ مَنْصُورٍ فِي سُنَنِهِ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عِنْدَ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي

شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ وَقَالَا إِحْدَى عَشْرَةَ كَمَا رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ ، وَأَخْرَجَ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيُّ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ جَدِّهِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ، انتهى هَذَا قَرِيبٌ مِمَّا رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ أَيْ مَعَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

ابن عبدالبر نے امام مالک رحمہ اللہ کے وہم سے متعلق جو بات کہی ہے وہ بہت ہی غلط ہے کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کی متابعت عبدالعزیز بن محمد نے کی ہے جیسا کہ سنن سعید بن منصور میں ہے اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے بھی امام مالک کی متابعت کی ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، چنانچہ عبدالعزیز بن محمد اور یحییٰ بن سعید القطان ، ان دونوں اماموں نے (امام مالک ہی کے شیخ) محمد بن یوسف سے یہی روایت نقل کی ہے اوران دونوں نے بھی اسی طرح گیارہ رکعات نقل کیا، جس طرح امام مالک رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، نیز امام مروزی رحمہ اللہ نے بھی قیام اللیل میں محمد بن اسحاق کے طریق سے روایت کی انہوں نے کہا: مجھ سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: ہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔ یہ روایت بھی تقریباً امام مالک کی محمد بن یوسف سے نقل کردہ روایت ہی کی طرح ہے، بایں طور کہ اس روایت میں عشاء کی بعد کی دوسنت رکعات بھی شمار کی لی گئی ہیں۔[آثار السنن:۔ج: ۲،ص :۵۲ وانظر:تحفة الأحوذی:۔۳/۴۴۳]۔

عرض ہے اس کے علاوہ بھی اورکئی رواۃ نے محمد بن یوسف سے اسی روایت کو گیارہ کی تعداد کے ساتھ نقل کیا اوران سب کی کل تعداد چھ ہے، تفصیل آ گے ملاحظہ ہو:

امام مالک کی متابعات

امام مالک رحمہ اللہ سے گیارہ کی تعداد نقل کرنے میں قطعاً کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی زبردست اور قطعی دلیل یہ ہے کہ امام مالک کے استاذ محمد بن یوسف ہی سے چھ اور راویوں نے بھی یہی روایت نقل کی اور ان سب نے بھی وہی تعداد نقل کی ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے نقل کی ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

☆ إسماعیل بن أمیۃ بن عمرو القرشی (المتوفی:۱۴۴ھ)۔
☆ اسامہ بن زید اللیثی المدنی أبوزید (المتوفی:۱۵۳ھ)۔
☆ إسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر الأنصاری (المتوفی:۱۸۰ھ)۔
☆ عبدالعزیز بن محمد بن عبید الدراوردی (المتوفی:۱۸۶ھ)۔
☆ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (المتوفی:۱۹۸ھ)۔
☆ امام المغازی محمد بن اسحاق رحمہ للہ (المتوفی:۱۵۰ھ)۔

ان چھ متابعات میں سے شروع کی پانچ متابعات میں صراحتا گیارہ کی تعداد کا ذکر ہے جبکہ چھٹی متابعت میں معنوی طور پر یہ تعداد مذکور ہے۔

اب آگے ان سب کی روایات ملاحظہ ہوں:

پہلی متابعت

(از: إسماعیل بن أمیۃ بن عمرو بن سعید القرشی المتوفی:۱۴۴)

امام أبوبکر النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۴) نے کہا:

حدّثنا یوسف بن سعید، ثنا حجاج، عن ابن جریج، حدثنی إسماعیل بن أمیة، أنّ محمد بن یوسف ابن أخت السّائب بن یزید أخبره، أنّ السّائب بن یزید أخبره قال: جمع عمر بن الخطاب الناس علی أبی بن کعب وتمیم الداری، فکانا یقومان بمائة فی رکعة، فما ننصرف حتی نری أو نشک فی فروع الفجر. قال: فکنا نقوم بأحد عشر.

ترجمہ: اسماعیل بن امیہ رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے

نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے ساتھ تراویح پڑھنے کے لئے جمع کر دیا، تو یہ دونوں ایک رکعت میں سو آیات پڑھاتے تھے پھر جب ہم نماز سے فارغ ہوتے تو ہم کو لگتا کہ فجر ہو چکی ہے، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔[فوائد أبی بکر النیسابوری ،ق۱۳۵/ب ، واسناده صحیح، ورجاله کلهم من رجال الصحیحین خلا یوسف بن سعد فمن رجال النسائی وهو ثقه و ابن جریج مدلس لکنه صرح بالتحدیث فی هذا السند]۔

دوسری متابعت

(از: اسامہ بن زید اللیثی ،المتوفی:۱۵۳)

امام أبوبکر النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۴) نے کہا:

حدثنا الربیع بن سلیمان، ثنا ابن وهب، حدثنی أسامة بن زید، عن محمد بن یوسف، عن السائب بن یزید، قال: جمع عمر بن الخطاب الناس فی قیام رمضان علی أبی بن کعب وتمیم الداری، کانا یقومان أحد عشرة رکعة ..

اسامہ بن زید اللیثی المدنی رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے ساتھ تراویح پڑھنے کے لئے جمع کر دیا ، تو یہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔ .[فوائد أبی بکر عبد الله بن محمد بن زیاد النیسابوری:ق۱۳۵/ب واسناده صحیح رجاله ثقات کلهم مترجمون فی التهذیب]۔

تیسری متابعت

(از: إسماعیل بن جعفر بن أبی کثیر الأنصاری المتوفی:۱۸۰ھ)۔

علی بن حجر بن إیاس السعدی (المتوفی:۲۴۴ھ) نے کہا:

ثنا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْكِنْدِيُّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُومُونَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً

يَقْرَءُونَ فِي الرَّكْعَةِ بِالْمِائَتَيْنِ حَتَّى إِنَّهُمْ لَيَعْتَمِدُونَ بِالْعِصِيِّ.

اسماعیل بن امیہ رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ: لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں گیارہ رکعات تراویح پڑھتے تھے، اور ایک ایک رکعت میں سوسو آیات پڑھتے تھے یہاں تک کہ طویل قیام کی وجہ سے لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔ [أحاديث إسماعيل بن جعفر :۔ رقم: ٤٤٠، واسناده صحيح على شرط الشيخين]۔

چوتھی متابعت

(عبد العزیز بن محمد بن عبید الدراوردی المتوفی: ۱۸۶ھ)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۲۷) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي محمد بن يوسف: سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ: كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً نَقْرَأُ فِيهَا بِالْمِئِينَ، وَنَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَنَنْقَلِبُ عِنْدَ بُزُوغِ الْفَجْرِ.

ترجمہ: عبد العزیز بن محمد الدراوردی رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعات تراویح پڑھتے تھے ہم سوسو آیات پڑھتے تھے اور لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور فجر کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ [الحاوى للفتاوى:۔ ۴۱٦/۱ وانظر المصابيح فى صلاة التراويح للسيوطى:۔ ص: ۳۸ واسناده صحيح]۔

☆ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حددرجہ صحیح قرار دیتے ہوئے کہا:

وَفِي مُصَنَّفِ سَعِيدِ بْنِ مَنْصُورٍ بِسَنَدٍ فِي غَايَةِ الصِّحَّةِ. [نقله السيوطى فيالحاوى للفتاوى:۔ ۴۱۷/۱]۔

یعنی سعید بن منصور کی کتاب میں حددرجہ صحیح سند کے ساتھ یہ روایت مروی ہے۔

تنبیه:

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سنده فی غاية الصحة كما قال السيوطی فی المصابيح.

اس کی سند حد درجہ صحیح ہے جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے رسالہ مصابیح میں کہا ہے۔[صلاة التراویح للالبانی:۔ص:۵۷]۔

عرض ہے کہ یہ تصحیح امام سیوطی رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ علامہ سبکی کی ہے جسے امام سیوطی نے نقل کیا ہے، دراصل امام سیوطی نے علامہ سبکی سے ایک طویل اقتباس نقل کیا اوراس کے درمیان ہی یہ تصحیح ہے اس لئے شاید علامہ البانی رحمہ اللہ نے متعلقہ مقام کی عبارت کوامام سیوطی کی عبارت سمجھ لیا۔

پانچویں متابعت

(از: امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ (المتوفی:۱۹۸ھ)

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۵) نے کہا:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ ، أَنَّ السَّائِبَ أَخْبَرَهُ: أَنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيٍّ وَتَمِيمٍ فَكَانَا يُصَلِّيَانِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ، يَقْرَآنِ بِالْمِئِينَ ، يَعْنِي فِي رَمَضَانَ.

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے ساتھ تراویح پڑھنے کے لئے جمع کر دیا، تو یہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے، اور ہر رکعت میں سوسو آیات پڑھاتے تھے۔[مصنف ابن أبی شیبة:۔۲/۳۹۱ واسناده صحيح، واخرجه ايضا عمر بن شبة فی تاريخ المدينة:۔۲/۷۱۳ من طريق يحيی به]۔

چھٹی متابعت

(از: امام ابن اسحاق رحمہ اللہ)

امام أبو بکر النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۴) نے کہا:

حدثنا أبو الأزهر، ثنا يعقوب بن إبراهيم، حدثني أبي، عن ابن إسحاق، قال حدثني محمد بن يوسف بن عبد الله بن أخت السائب، عن السائب، قال: كُنَّا

نُصَلِّی فِی زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِی رَمَضَانَ ثَلاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَمَا كُنَّا نُخْرِجُ إِلَّا فِی وِجَاهِ الصُّبْحِ، كَانَ الْقَارِءُ يَقْرَأُ فِی كل رَكْعَةٍ خَمْسِينَ آيَةً ، سِتِّينَ آيَة.

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف سے نقل کیا، وہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور ہم صبح کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے تھے، اور قاری ایک رکعت میں پچاس سے ساٹھ آیات کی تلاوت کرتا تھا۔ [فوائد أبی بکر عبد الله بن محمد بن زياد النيسابوری:ق١٣٦/أ، واسناده حسن]۔

تطبیق:

ابن اسحاق کی اس روایت میں بھی معنوی طور پر امام مالک کی متابعت کی گئی ہے کیونکہ اس میں جو تیرہ رکعات کا ذکر ہے وہ امام مالک کی روایت میں مذکور گیارہ رکعات کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ دونوں میں تطبیق ممکن ہے وہ اس طرح کہ ابن اسحاق کی روایت میں عشاء کے بعد کی دو سنت رکعات بھی شمار کر لی گئی ہیں۔

تطبیق مذکور کی پہلی مثال:

اس تطبیق کی مثال اللہ کے نبی ﷺ کی صلاۃ اللیل سے متعلق صحیحین میں مروی مختلف روایات بھی ہیں۔

چنانچہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی معروف مشہور روایت میں یہ تعداد گیارہ رکعات بتلائی گئی ہے۔[بخاری :۔ کتاب صلاة التراويح: باب فضل من قام رمضان، رقم:٢٠١٣]۔

جبکہ صحابی رسول زید بن خالد الجہنی نے یہ تعداد تیرہ رکعات بتلائی ہے چنانچہ:

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی:٢٦١) نے کہا:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ، أَخْبَرَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ اللَّيْلَةَ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا، ثُمَّ أَوْتَرَ **فَذَلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.**

صحابی رسول زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں آج کی رات رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھوں گا تو آپ ﷺ نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں پھر دو لمبی رکعتیں پڑھیں دو لمبی لمبی، دو لمبی سے لمبی، پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں اور یہ دونوں پہلی دونوں پڑھی گئی سے کم پڑھیں پھر اس سے کم اور پھر اس سے کم دو رکعات پڑھیں پھر اس سے کم دو رکعات پڑھیں پھر آپ ﷺ نے تین وتر پڑھے تو یہ تیرہ رکعتیں ہو گئیں۔[صحیح مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا: باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، رقم:٧٦٥]۔

بخاری مسلم کی یہ دونوں روایات باہم مضطرب یا ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد کی دو رکعات بھی شمار کر لی ہے جیسا کہ ان کی روایت کے سیاق سے صاف ظاہر ہے۔

ہم کہتے ہیں یہی صورت تطبیق امام مالک کی روایت اور ابن اسحاق کی روایت کے مابین بھی اختیار کی جائے گی۔

تطبیق مذکور کی دوسری مثال:

تطبیق کی ایک دوسری مثال صلاۃ اللیل سے متعلق اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی مختلف روایات بھی ہیں، چنانچہ:

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں رکعات صلاۃ اللیل کی تعداد گیارہ رکعات بتلائی گئی ہے، کما مضیٰ۔[بخاری:۔کتاب صلاۃ التراویح:باب فضل من قام رمضان، رقم:٢٠١٣]۔

جبکہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی دوسری روایت میں یہ تعداد تیرہ رکعات بتلائی گی ہے۔ [بخاری:۔کتاب الجمعۃ :باب:کیف کان صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔، رقم:١١٤٠]۔

اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک تیسری روایت میں یہ تعداد پندرہ رکعات بتلائی گی ہے۔ [بخاری:۔کتاب الجمعۃ:باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر، رقم:١١٧٠]۔

ان تینوں روایات میں تعداد کا اختلاف اضطراب کی دلیل نہیں ہے بلکہ تطبیق ممکن ہے وہ اس طرح کہ:

☆ جس روایت میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے اس سے مراد خالص صلاۃ اللیل کی رکعات ہیں۔

☆اور جس روایت میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے اس میں صلاۃ اللیل کی رکعات کے ساتھ عشاء کے بعد کی دو سنتیں بھی شمار کر لی گئی ہیں یا فجر سے قبل کی دو سنتیں شمار کر لی گئی ہیں۔

☆اور جس روایت میں پندرہ رکعات کا ذکر ہے اس میں صلاۃ اللیل کی رکعات کے ساتھ عشاء کے بعد کی دو سنتیں اور فجر سے قبل کی دو سنتیں بھی شمار کر لی گئی ہیں۔

ان توجیہات سے ان تمام روایت میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

گھر کی مثال:

اور لطف تو یہ ہے کہ اختلاف کی یہی صورت حال احناف کی ان ضعیف ومردود مستدل روایات میں بھی ہے جنہیں وہ بیس رکعات کی دلیل میں پیش کرتے ہیں، چنانچہ ان روایات میں سے:

☆کسی میں بیس (۲۰) رکعات کا ذکر ہے۔[کتاب الصیام للفریابی:۔ص:۱۸۵]۔

☆تو کسی میں اکیس (۲۱) رکعات کا ذکر ہے۔[مصنف عبد الرزاق:۔۴/۲۶۰رقم:۷۷۳۰]۔

☆تو کسی میں تیئیس (۲۳) رکعات کا ذکر ہے۔ [مصنف عبد الرزاق:۔۴/۲۶۱رقم:۷۷۳۳]۔

لیکن احناف کو یہاں اضطراب نظر نہیں آتا بلکہ وہ بڑے مزے سے ان کے مابین تطبیق دے کر مطمئن ہو جاتے ہیں، اور اضطراب کا نام تک نہیں لیتے۔

عرض ہے کہ اگر بیس، اکیس، تیئیس میں تطبیق ممکن ہے تو گیارہ اور تیرہ میں تطبیق کیونکر ناممکن ہے؟

الغرض یہ کہ امام مالک کی روایت اور امام ابن اسحاق کی روایت میں بایں طور تطبیق ممکن ہے کہ امام مالک کی روایات میں خالص رکعات تراویح کا بیان ہے جبکہ امام ابن اسحاق کی روایت میں رکعات تراویح کے ساتھ عشاء کے بعد کی دو رکعت سنت بھی شمار کر لی گئی۔

گھر کی شہادت:

چنانچہ دیوبندیوں کے علامہ نیموی حنفی نے بھی امام مالک کی روایت میں اور امام ابن اسحاق کی روایات میں یہی تطبیق دی ہے، اور پھر یہ تطبیق دینے کے بعد امام ابن اسحاق کی اس روایت کو روایت امام مالک کی متابعات کے ضمن میں پیش کیا ہے، ملاحظہ ہوں موصوف نیموی حنفی کے الفاظ:

لِأَنَّ مَالِكًا قَدْ تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ مَنْصُورٍ فِي سُنَنِهِ وَيَحْيَى

بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عِنْدَ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ وَقَالَا إِحْدَى عَشْرَةَ كَمَا رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ ، وَأَخْرَجَ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ الْمَرْوَزِيُّ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ جَدِّهِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَمَضَانَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ، انتهى هَذَا قَرِيبٌ مِمَّا رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ أَيْ مَعَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ.

کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ کی متابعت عبدالعزیز بن محمد نے کی ہے جیسا کہ سنن سعید بن منصور میں ہے اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے بھی امام مالک کی متابعت کی ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، چنانچہ عبدالعزیز بن محمد اور یحییٰ بن سعید القطان، ان دونوں اماموں نے (امام مالک ہی کے شیخ) محمد بن یوسف سے یہی روایت نقل کی ہے اور ان دونوں نے بھی اسی طرح گیارہ رکعات نقل کیا، جس طرح امام مالک رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، نیز امام مروزی رحمہ اللہ نے بھی قیام اللیل میں محمد بن اسحاق کے طریق سے روایت کی انہوں نے کہا: مجھ سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: ہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔ یہ روایت بھی تقریباً امام مالک کی محمد بن یوسف سے نقل کردہ روایت ہی کی طرح ہے، بایں طور کہ اس روایت میں عشاء کے بعد کی دوسنت رکعات بھی شمار کر لی گئی ہیں۔ [آثار السنن:۔ج:۲ ص:۵۲ وانظر:تحفة الأحوذي:۔۳/۴۴۳]۔

اگر اب بھی بضدھوں تو:

اور اگر ابن اسحاق کی روایت اور امام مالک کی روایت میں تطبیق نہ دی جائے اور یہ مانا جائے کہ ابن اسحاق کی روایت امام مالک کی روایت سے مختلف ہے تو دریں صورت ابن اسحاق کی روایت شاذ قرار پائے گی کیونکہ ابن اسحاق ثقہ ہیں اور بعض نے ان کے حفظ پر کلام بھی کیا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ اوثق اور احفظ ہیں اور اوثق کے خلاف ثقہ کی روایت شاذ قرار پاتی ہے۔

مزید برآں یہ کہ امام مالک رحمہ اللہ کی متابعت بھی پانچ رواۃ نے کی ہے جن میں یحییٰ بن سعید القطان جیسے زبردست محدث بھی ہیں ایسی صورت میں لازمی طور پر امام مالک کی روایت راجح ہوگی اور

ابن اسحاق کی روایت شاذ و نا قابل التفات ہوگی۔

لیکن ہماری نظر میں تطبیق کی صورت ہی بہتر ہے کیونکہ اس کی نظیر ہمیں صحیحین کی روایت میں ملتی ہے۔

فائدہ:

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ روایت با سند متصل نہیں ملی لہٰذا مردود ہے۔(تعداد رکعات، قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ:۔ص:۳٦)۔

عرض ہے کہ اس روایت کی متصل سند فوائدأبی بکر عبداللہ بن محمد بن زیاد النیسابوری میں موجود ہے جسے اوپر نقل کیا گیا ہے اور یہ سند حسن ہے، لہٰذا مقبول ہے۔

اور ہمارے نزدیک یہ روایت، امام مالک کی روایت کے مخالف نہیں بلکہ معنوی طور پر اس کی مؤید ہے، لیکن اگر کوئی ابن اسحاق کی روایت کو امام مالک کی روایت کے خلاف سمجھے تو اسے لازمی طور پر ابن اسحاق کی روایت کو شاذ تسلیم کرنا چاہے کیونکہ ابن اسحاق حفظ و اتقان میں امام مالک سے کمتر ہیں اور اپنی روایت میں منفرد بھی ہیں، جبکہ امام مالک ان کی بنسبت اوثق و احفظ ہیں اور اپنی روایت میں منفرد بھی نہیں بلکہ یحییٰ بن سعید جیسے جلیل القدر محدث سمیت پانچ رواۃ نے ان کی متابعت کی ہے کما مضٰی، وللہ الحمد۔

نوٹ: بعض ابن ابی شیبہ وغیرہ سے بعض منقطع وضعیف شواہد بھی پیش کرتے ہیں، اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ تمام شواہد منقطع ہونے کے ساتھ ساتھ مؤطا کی اس ثابت شدہ روایت کے خلاف ہیں لہٰذا منکر ہیں اور منکر روایت ہمیشہ منکر ہی ہوتی وہ شواہد کے لائق نہیں ہوتی۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ مؤطا امام مالک کی روایت اعلیٰ درجہ کی صحیح و حجت ہے۔

فصل دوم: بیس رکعات سے متعلق بعض آثار صحابہ کا جائزہ

بیس رکعات تراویح سے متعلق پیش کردہ احادیث کی دوسری قسم موقوف روایات ہیں، یعنی وہ روایات جو صرف صحابہ کی طرف منسوب ہیں، یہ کل پانچ صحابہ کرام ہیں۔

- عمر بن الخطاب رضی اللہ کا اثر۔
- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اثر۔
- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر۔
- ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ کا اثر۔
- عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کا اثر۔

پہلا اثر

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اثر:

یہ اثر تین طرق سے مروی ہے:

پہلا طریق : از ابی بن کعب رضي الله عنه:

امام ضیاء المقدسی رحمہ اللہ (المتوفی: ٦٤٣ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو عبدالله محمود بن أحمد بن عبدالرحمن الثقفي بأصبهان أن سعيد بن أبي الرجاء الصيرفي أخبرهم قراءة عليه أنا عبدالواحد بن أحمد البقال أنا عبيدالله بن يعقوب بن إسحاق أنا جدي إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن جميل أنا أحمد بن منيع أنا الحسن بن موسى نا أبو جعفر الرازي عن الربيع بن أنس عن أبي العالية عن أبي بن كعب أن عمر أمر أبيا أن يصلي بالناس في رمضان فقال إن الناس يصومون النهار ولا يحسنون أن (يقرؤا) فلو قرأت القرآن عليهم بالليل فقال يا أمير المؤمنين هذا (شيء) لم يكن فقال قد علمت ولكنه أحسن فصلى بهم عشرين ركعة.

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو نماز پڑھائیں اور کہا: لوگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور اچھی طرح قرآن نہیں پڑھ سکتے، تو اگر رات میں تم انہیں قرآن پڑھ کر سنا دو تو بہتر رہے گا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ چیز پہلے نہیں ہوئی ہے۔ تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے معلوم ہے لیکن یہ بہتر ہے۔ پھر انہوں نے لوگوں کی بیس رکعات پڑھائی [الأحاديث المختارة للضياء المقدسي:۔ ٢/ ٨٦]۔

یہ روایت ضعیف ہے، سند میں موجود "ابو جعفر الرازی" برے حافظہ والا ہے۔

امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۴ھ) نے کہا:

شیخ یهم کثیرا.

یہ شیخ ہے بہت زیادہ وہم کا شکار ہوتا ہے [الضعفاء لابی زرعه الرازی:۔ ۲/۴۴۳]۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ) نے کہا:

كان ممن ينفرد بالمناكير عن المشاهير لا يعجبني الاحتجاج بخبره إلا فيما وافق الثقات.

یہ مشہور لوگوں نے منکر روایات کے بیان میں منفرد ہوتا تھا، اس کی حدیث سے حجت پکڑنا مجھے پسند نہیں الا یہ کہ ثقہ رواۃ سے اس کی تائید مل جائے [المجروحين لابن حبان:۔ ۲/۱۲۰]۔

بعض نے اس کی مجمل کی توثیق کی ہے جو جرح مفسر کے مقابلہ مقبول نہیں ہے۔ نیز بعض موثقین ہی نے دوسرے اقوال میں اس پر جرح کی جس سے معلوم ہوا کہ ان کی توثیق عدالت سے ہے ضبط سے نہیں۔ یاد رہے کہ حنفی حضرات نے بھی اس راوی کو ضعیف ہی تسلیم کیا ہے دیکھئے: الجوہر النقی: ج ۲/۲۰۱، آثار السنن ۲۲۱، اوجز المسالک: ۲/۱۲۳، نیز دیکھیے: غلام رسول سعیدی کی شرح صحیح مسلم: ۲/۳۲۷۔

تنبیہ بلیغ:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي، فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ أَبَقَ أُبَيٌّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الَّذِي ذُكِرَ فِي الْقُنُوتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَهَذَانِ الْحَدِيثَانِ يَدُلَّانِ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ أُبَيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرما دیا۔ وہ انہیں بیس رات نماز پڑھاتے تھے اور قنوت نہ کرتے تھے، مگر نصف اخیر میں قنوت کرتے تھے۔ اور جب آخری عشرہ آ جاتا تو جماعت کرانا چھوڑ دیتے اور اپنے گھر میں پڑھتے تھے تو لوگ کہتے کہ ابی بھاگ گئے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ دلیل ہے کہ قنوت کے بارے میں جو ذکر ہوا وہ صحیح نہیں ہے۔ اور یہ دونوں حدیثیں سیدنا ابی سے مروی اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل ہیں جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ [سنن أبي داؤد: ۱/۴۵۴ رقم: ۱۴۲۹]۔

اس روایت میں بیس رات کا ذکر ہے لیکن کچھ لوگوں نے اس میں تحریف کر کے اسے بیس رکعت بنا لیا، لیکن بہرصورت یہ روایت ضعیف ہی ہے کیونکہ حسن بصری کی ملاقات عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۵ھ) نے کہا:

أن فيه انقطاعًا،فإن الحسن لم يدرك عمر بن الخطاب.

اس میں انقطاع ہے کیونکہ حسن بصری نے عمر بن الخطاب کا زمانہ نہیں پایا ہے[شرح ابی داؤد للعینی : ۵/۳٤۳]۔

دوسرا طریق: از سائب بن یزید رضی اللہ عنہ:

اس طریق سے تین لوگوں نے روایت کیا ہے:

☆ پہلی روایت: از حارث بن عبدالرحمان:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی:۲۱۱ھ) نے کہا:

عَنِ الْأَسْلَمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا نَنْصَرِفُ مِنَ الْقِيَامِ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ، وَقَدْ دَنَا فُرُوعُ الْفَجْرِ، وَكَانَ الْقِيَامُ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ ثَلَاثَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً. [مصنف عبد الرزاق:۔٤/٢٦١]۔

یہ روایت موضوع ہے تفصیل گذر چکی ہے دیکھئے:ص٦٤۔

☆ دوسری روایت: از یزید بن خصیفہ:

علی بن الجعد بن عبید البغدادی (المتوفی:۲۳۰ھ) نے کہا:

أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، وَإِنْ كَانُوا لَيَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ مِنَ الْقُرْآنِ. [مسند ابن الجعد:۔ص:٤١٣]۔

یہ روایت شاذ یعنی ضعیف ہے تفصیل گذر چکی ہے دیکھیے :٦٧۔

☆ تیسری روایت: از محمد بن یوسف:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی:۲۱۱ھ) نے کہا:

عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَغَيْرِهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، " أَنَّ عُمَرَ: جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَلَى إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ وَيَنْصَرِفُونَ عِنْدَ فُرُوعِ الْفَجْرِ ". [مصنف عبد الرزاق:۔٤/٢٦٠]۔

یہ روایت ضعیف و منکر ہے تفصیل گذر چکی ہے دیکھئے:ص٨٢۔

تیسرا طریق : از محذوف راوی:

اس طریق سے تین لوگوں نے روایت کیا ہے:

☆ **پہلی روایت: از یزید بن رومان:**

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی:۱۷۹ھ) نے کہا:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً.

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیئیس رکعات پڑھتے تھے[موطأ مالك ت عبد الباقي:۔ ۱/۱۱۵]۔

یہ روایت منقطع ہے یزید بن رومان نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) نے کہا:

وَيَزِيدُ بْنُ رُومَانَ لَمْ يُدْرِكْ عُمَرَ .

یزید بن رومان نے عمر فاروق کا زمانہ نہیں پایا ہے[نصب الراية للزيلعي:۔ ۲/۱۵٤ نقله من كتابه معرفة السنن والآثار]۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۵ھ) نے کہا:

قَالَ الْبَيْهَقِيّ: وَالثَّلَاث هُوَ الْوتر، وَيزِيد لم يدْرك عمر فَفِيهِ انْقِطَاع.

امام بیہقی نے کہا: اور تین رکعات وتر ہیں، یزید بن رومان نے عمر فاروق کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ اس لئے اس میں انقطاع ہے[عمدة القاري شرح صحيح البخاري:۔ ۵/۲٦۷]۔

عینی موصوف نے اسی کتاب میں دوسرے مقام پر اس روایت کو منقطع قرار دیتے ہوئے کہا:

رَوَاهُ مَالك فِي (الْمُوَطَّأ) بِإِسْنَاد مُنْقَطع .

اسے مالک نے مؤطا میں منقطع سند سے روایت کیا ہے[عمدة القاري شرح صحيح البخاري : ۱۱/۱۲۷]۔

نیموی حنفی اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں:

يزيد بن رومان لم يدرك عمر بن الخطاب .

یزید بن رومان نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا[آثار السنن:۔ ۲۵۳]۔

☆ **دوسری روایت:از یحییٰ بن سعید:**

امام ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً .

یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے [مصنف ابن أبي شيبة:۔ ۱٦٣/۲ رقم:۷٦۸۲]۔

یہ روایت بھی منقطع ہے یحییٰ بن سعید نے عمر بن الخطاب کو نہیں پایا ہے۔

۞ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۴ھ) نے کہا:

لا أعلمه سمع من صحابي غير أنس .

میں نہیں جانتا کہ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو پایا ہے [تهذيب التهذيب : ۱۹٥/۱۱ نقله من كتابه العلل]۔

۞ امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی:۴٥٦ھ) نے کہا:

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَلَمْ يُولَدْ إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ عُمَرَ بِنَحْوِ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً .

یحیی بن سعید سے مروی ہے اور یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے پچیس سال بعد پیدا ہوئے [المحلى لابن حزم:۔ ۲۰۷/۹]۔

۞ نیموی حنفی اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں:

یحییٰ بن سعد الانصاری لم یدرک عمر .

یعنی یحییٰ بن سعید نے عمر فاروق کا زمانہ نہیں پایا۔ [آثار السنن:۔ ۲٥۳]۔

☆ **تیسری روایت:از محمدبن کعب القرضی:**

امام مروزی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۴ھ) نے کہا:

وقال محمد بن كعب القرظي : كان الناس يصلون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان عشرين ركعة يطيلون فيها القراءة ويوترون بثلاث .

محمد بن کعب القرضی کہتے ہیں: لوگ عمر بن الخطاب کے زمانہ میں رمضان میں بیس رکعات پڑھتے تھے، اس میں قرات لمبی کرتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے [قيام رمضان لمحمد بن نصر المروزی :۔ص:۲۱] ۔

یہ روایت بھی منقطع ہے محمد بن کعب القرظی نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

محمد بن کعب القرظی کی وفات ۱۲۰ ہجری میں ہوئی اورانہوں نے ۸۰ سال کی عمر پائی دیکھئے۔(تہذیب الکمال للمزی:۲۶/۳۴۷)۔

اس حساب سے موصوف کی تاریخ پیدائش ۴۰ ہجری ہے۔

اوراس سے قبل عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳ ہجری میں ہی ہو چکی ہے۔

❁ دوسرا اثر

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اثر:

یہ اثر دو طریق سے مروی ہے:

❁ پہلا طریق: ابوعبدالرحمان السلمی:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو الحسن بن الفضل القطان ببغداد أنبأ محمد بن أحمد بن عيسى بن عبدك الرازى ثنا أبو عامر عمرو بن تميم ثنا أحمد بن عبد الله بن يونس ثنا حماد بن شعيب عن عطاء بن السائب عن أبى عبد الرحمن السلمى عن على رضى الله عنه قال :دعا القراء فى رمضان فأمر منهم رجلا يصلى بالناس عشرين ركعة قال وكان على رضى الله عنه يوتر بهم .

علی رضی اللہ عنہ نے رمضان مین قراء کو بلوایا اوران میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے اورعلی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پھاتے تھے[السنن الكبرى للبيهقى:۔ ۲/۴۹٦]۔

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس میں درج ذیل علتیں ہیں:

❁ پہلی علت:

عطاء بن السائب اخیر میں مختلط ہو گئے تھے اوران سے یہ روایت اختلاط کے بعد نقل کی گئی ہے کیونکہ اختلاط سے قبل جن رواۃ نے ان سے روایت کی ہے ان کی فہرست میں حماد بن شعیب کا نام نہیں جیسا کہ اہل فن نے صراحت کی ہے، چنانچہ:

❁ طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۱ھ) نے کہا:

وَإِنَّمَا حَدِيثُهُ الَّذِي كَانَ مِنْهُ قَبْلَ تَغَيُّرِهِ يُؤْخَذُ مِنْ أَرْبَعَةٍ لَا مِمَّنْ سِوَاهُمْ، وَهُمْ شُعْبَةُ، وَالثَّوْرِيُّ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

عطا بن السائب کی روایات جوان کے اختلاط سے قبل کی ہیں وہ صرف اورصرف چار لوگوں سے

مروی ہیں، اور وہ یہ ہیں، شعبہ، ثوری، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید۔[شرح مشکل الآثار:۔۲۹۳/۶]۔

۞ علامہ زیلعی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۶۲ھ) نے کہا:

جَمِيعُ مَنْ رَوَى عَنْهُ رَوَى عَنْهُ فِي الِاخْتِلَاطِ، إلَّا شُعْبَةَ، وَسُفْيَانَ.

ان سے تمام لوگوں نے اختلاط کے بعد روایت کیا ہے سوائے شعبہ اور سفیان ثوری کے [نصب الراية للزيلعى:۔۵۸/۳]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

من مشاهير الرواة الثقات إلا أنه اختلط فضعفوه بسبب ذلك وتحصل لي من مجموع كلام الأئمة أن رواية شعبة وسفيان الثوري وزهير بن معاوية وزائدة وأيوب وحماد بن زيد عنه قبل الاختلاط وأن جميع من روى عنه غير هؤلاء فحديثه ضعيف لأنه بعد اختلاطه.

یہ مشہور ثقہ رواۃ میں سے ہیں لیکن یہ مختلط ہوگئے تھے اس لئے محدثین نے اس کی وجہ سے انہیں ضعیف قرار دیا، اور میرے نزدیک تمام ائمہ کے اقوال کا ماحصل یہ ہے کہ شعبہ، سفیان ثور، زہیر بن معاویہ، زائدہ، ایوب، اور حماد بن زید کی ان سے روایت اختلاط سے پہلے کی ہے اور ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے بھی ان سے روایت کیا ہے انہوں نے اختلاط کے بعد ان سے روایت کیا ہے [مقدمة فتح الباری:ص: ۴۲۴]۔

۞ دوسری علت:

اس کی سند میں موجود ''حماد بن شعیب'' پر محدثین نے سخت جرح کی ہے مثلاً:

۞ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ) نے کہا:

فيه نظر.

اس میں نظر ہے [التاريخ الكبير للبخاری :۔۲۵/۳]۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا فیہ نظر کہنا سخت جرح ہے۔

۞ امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۴ھ)

واهي الحديث حدث عن أبي الزبير وغيره بمناكير.

یہ کمزور حدیث والا ہے اس نے ابوالزبیر وغیرہ سے منکر روایات بیان کی ہیں۔[الضعفاء لابی زرعه الرازی:۔۴۳۶/۲]۔

اس کے علاوہ اور بھی محدثین نے حماد بن شعیب پر جرح کی ہے۔

❁ نیز نیموی حنفی فرماتے ہیں:

قلت: حمادبن شعیب ضعیف .

میں کہتا ہوں: حماد بن شعیب **ضعیف** ہے[آثار السنن:٧٨٥]۔

❁ دوسرا طریق : از ابوالحسناء:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) نے کہا:

أنبأ أبو عبد الله بن فنجويه الدينوری ثنا أحمد بن محمد بن إسحاق بن عيسى السنی أنبأ أحمد بن عبد الله البزاز ثنا سعدان بن يزيد ثنا الحكم بن مروان السلمی أنبأ أبو الحسن بن علی بن صالح عن أبی سعد البقال عن أبی الحسناء: أن علی بن أبی طالب أمر رجلا أن يصلی بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة وفی هذا الإسناد ضعف والله أعلم .

ابوالحسناء کہتے کہ: علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعات پڑھائے اور اس سند میں **ضعف** ہے[السنن الكبرى للبيهقی:۔٤٩٧/٢]۔

یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ ابوالحسناء مجہول ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

أبو الحسناء بزيادة ألف قيل اسمه الحسن وقيل الحسين مجهول.

ابوالحسناء اس کا نام حسن اور حسین بھی بتایا جاتا ہے یہ **مجہول** ہے[تقريب : ٥٤١/١]۔

مزید یہ کہ علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

❁ نیز نیموی حنفی اس روایت کے ضعیف ہونے کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت: ومدار هذا الاثر على ابى الحسناء وهو لايعرف .

میں کہتا ہوں: اس اثر کا دارومدار ''ابوالحسناء'' پر ہے اور یہ **غیر معروف** ہے[آثار السنن:۔٧٨٥]۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

روى عن الحكم بن عتيبة عن حنش عن علی فی الأضحية.[تهذيب التهذيب :۔٧٩/١٢]۔

یعنی اس نے دوسرے مقام پر دو واسطوں سے علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کیا ہے اور زیرنظر روایت میں اس نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس صراحت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

❁ تنبیہ:

امام ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْحَسْنَاءِ، أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. [مصنف ابن أبي شيبة : ۱٦۳/۲ رقم : ۷٦۸۱]۔

اگر کتابت کی غلطی نہیں ہے تو ابن ابی الحسناء بھی نامعلوم ہے۔

❁ تنبیہ بلیغ:

بعض لوگ علی رضی اللہ عنہ ہی کی طرف منسوب بیس رکعات والی ایک روایت شیعوں کی کتاب مسند الامام زید بن علی: (ص:۱۵۸) سے نقل کرتے ہیں۔

عرض ہے کہ اس کے جواب میں صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ یہ شیعوں کی کتاب ہے اہل سنت کی نہیں، مزید یہ کہ اس کتاب کا مرکزی راوی ابوخالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

❁ تیسرا اثر

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر:

امام مروزی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۴ھ) نے کہا:

أخبرنا يحيى بن يحيى أخبرنا حَفْص بن غياث عَن الْأَعْمَش عَن زيد بن وهب، قَال: (كَانَ عبد الله بن مَسْعُود يُصَلِّي لنا فِي شهر رَمَضَان) فَيَنْصَرِف وَعَلِيهِ ليل، قَالَ الْأَعْمَش: كَانَ يُصَلِّي عشْرين رَكْعَة ويوتر بِثَلَاث).

اعمش کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے اور تین رکعات سے وتر بناتے تھے۔ [قيام الليل للمروزى بحواله عمدة القارى شرح صحيح البخارى:۔ ۱۲۷/۱۱]۔

یہ روایت ضعیف ہے اس میں درج ذیل تین علتیں ہیں:

❁ پہلی علت:

یہ روایت منقطع ہے، سلیمان بن مہران الاعمش نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا بلکہ موصوف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲ ہجری میں ہوئی ہے۔ چنانچہ:

❁ امام ابونعیم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۳۰ھ) نے کہا:

تُوُفِّيَ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِينَ بِالْمَدِينَةِ .

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ میں ۳۲ ہجری میں فوت ہوئے[معرفة الصحابة لأبی نعیم :-
۱۷۶۷/٤]-

اور سلیمان بن مہران الاعمش کی تاریخ پیدائش ۶۰ ہجری ہے۔

❁ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۳ھ) نے کہا:

أخبرني ابن الفضل، قال:أخبرنا دعلج بن أحمد، قال: أخبرنا أحمد بن علي الأبار، قال:حدثنا أبو عمار، قال: يعني:الحسين بن حريث، قال: سمعت أبا نعيم، يقول مات الأعمش وهو ابن ثمان وثمانين سنة وولد سنة ستين .

امام ابونعیم نے کہا کہ:اعمش سن ساٹھ میں پیدا ہوئے[تاريخ بغداد للخطيب البغدادي: ۱۰/٥ واسناده صحيح]-

یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے تقریباً ۳۰ سال بعد امام اعمش رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔
معلوم ہوا یہ روایت منقطع ہے۔

❁ دوسری علت:

سلیمان بن مہران الاعمش نے عن سے روایت کیا اور موصوف مدلس ہیں۔

امام شعبہ ابن الحجاج رحمہ اللہ (المتوفی:۱۶۰) نے انہیں مدلس مانا ہے:

قال الامام ابن القيسراني رحمه الله: أخبرنا أحمد بن علي الأديب، أخبرنا الحاكم أبوعبد الله إجازة، حدثنا محمد بن صالح بن هاني، حدثنا إبراهيم بن أبي طالب، حدثنا رجاء الحافظ المروزي، حدثنا النضر بن شميل. قال: سمعت شعبة يقول: كفيتكم تدليس ثلاثة: الأعمش، وأبي إسحاق، وقتادة.

امام شعبہ رحمہ اللہ نے کہا میں تین لوگوں کی تدلیس کے لئے کافی ہوں،اعمش ،ابواسحاق اور قتادہ۔
[مسألة التسمية لابن القيسراني: ص:٤٧،واسناده صحيح]-

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵) نے کہا:

ولعل الأعمش دلسه عن حبيب.

شاید اعمش نے یہاں حبیب سے تدلیس کی ہے۔[علل الدارقطني: ۹٥/۱۰]-

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۳) نے کہا:

وقالوا لا يقبل تدليس الأعمش.

محدثین کا کہنا ہے کہ امام اعمش کی تدلیس نا قابل قبول ہے۔[التمهيد لابن عبد البر: ۳۰/۱]۔

صلاح الدین العلائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۱) نے کہا:

وسليمان الأعمش والأربعة أئمة كبار مشهورون بالتدليس.

سلیمان بن اعمش بہت بڑے امام ہونے کے ساتھ مشہور مدلس ہیں۔[جامع التحصيل للعلائی: ص:۱۰٦]۔

امام أبوزرعۃ ابن العراقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۲۶) نے کہا:

سليمان الأعمش مشهور بالتدليس.

سلیمان اعمش تدلیس میں مشہور ہے۔[المدلسين لابن العراقی: ص:٥٥]۔

امام سبط ابن العجمی الحلبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۴۱) نے کہا:

سليمان بن مهران الأعمش مشهور به.

سلیمان بن مہران اعمش تدلیس میں مشہور ہے۔[التبيين لأسماء المدلسين للحلبی: ص:۳۱]۔

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۱۱) نے کہا:

سليمان الأعمش مشهور به بالتدليس.

سلیمان اعمش تدلیس میں مشہور ہے۔[أسماء المدلسين للسيوطی: ص: ٥٥]۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین نے امام اعمش کو مدلس قرار دیا ہے۔

تنبیہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات میں انہیں دوسرے طبقہ میں رکھا ہے لیکن یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے رجوع کرلیا ہے کیونکہ النکت میں آپ نے امام اعمش رحمہ اللہ کو تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے دیکھئے: [النكت لابن حجر: رقم:۳۷، ص:٦٤٠]۔

اور تلخیص میں ان کے عنعنہ کی وجہ سے ایک روایت کو ضعیف بھی کہا ہے۔[تلخيص الحبير لابن حجر: ۳/٤٥]۔

دکتور عواد الخلف نے صحیحین کے مدلسین پر دو الگ الگ کتاب لکھی ہے ان میں دکتور موصوف نے امام اعمش کے بارے میں یہ تحقیق پیش کی ہے کہ وہ طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں، دکتور موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات میں انہیں دوسرے طبقہ میں رکھا ہے تو یہ ان کا سہو ہے اور نکت میں انہوں نے درست بات لکھی ہے اور وہی معتبر ہے کیونکہ نکت کو حافظ ابن حجر نے طبقات کے بعد تصنیف کیا ہے۔

دکتور مسفر الدمینی نے بھی مدلسین پر ایک مستقل کتاب لکھ رکھی ہے انہوں نے بھی اعمش کو تیسرے طبقہ میں رکھا ہے اور طبقات میں حافظ ابن حجر کی تقسیم کو غلط قرار دیا ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

أن الحديث معنعن من قبل الأعمش ، وهو من المدلسين ، وهذه آفة في الحديث.

اس حدیث میں اعمش نے عن سے روایت کیا ہے جو کہ مدلسین میں سے ہیں اور یہ چیز حدیث میں ایک آفت ہے۔[مجموع فتاوى ورسائل ابن عثيمين: ١٧٦/٩]۔

الغرض یہ کہ امام اعمش کے عنعنہ کے سبب یہ روایت مردود ہے۔

❁ چوتھا اثر

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت:

امام ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَسَنٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ ؛ قَالَ: كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ .

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ مدینہ میں ابی بن کعب لوگوں کی رمضان میں بیس رکعات پڑھاتے تھے اور تین رکعات پڑھتے[مصنف ابن أبي شيبة:ـ ١٦٣/٢ رقم:٧٦٨٤]۔

یہ روایت منقطع ہے عبدالعزیز نے ابی بن کعب کو نہیں پایا۔

عبدالعزیز بن رفیع کی وفات ۱۳۰ ہجری میں ہوئی ہے (تھذیب) یا ۱۳۰ ہجری کے بعد ہوئی ہے، چنانچہ:

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ) نے کہا:

مات بعد الثلاثين و مائة.

ان کی وفات ۱۳۰ ہجری کے بعد ہوئی ہے [الثقات لابن حبان:۔ ۵/ ۱۲۳]۔

اور موصوف نے ۹۰ سال سے زائد کی عمر پائی ہے چنانچہ:

۞ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ) نے کہا:

قال مُحَمد بن حُميد، عن جَرِير :أتى عليه نيف وتسعون سَنَة.

جریر نے کہا: انہوں نے ۹۰ سال سے بھی زائد کی عمر پائی ہے [التاريخ الكبير للبخاري:۔ ۶/ ۱۱]۔

اس حساب سے موصوف کی پیدائش ۳۰ ہجری کے بعد ہوئی ہے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی جب کہ بعض کہتے ہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی اور یہی راجح ہے چنانچہ:

۞ امام ابونعیم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ) نے کہا:

اخْتُلِفَ فِي وَفَاتِهِ، فَقِيلَ: سَنَةَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَقِيلَ :سَنَةَ ثَلَاثِينَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ لَقِيَهُ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ.

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے ۔ بعض کہتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سن ۲۲ میں ان کی وفات ہوئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سن ۳۱ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے، اور یہی صحیح ہے ۔ کیونکہ زر بن حبیش نے عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان سے ملاقات کی ہے۔ [معرفة الصحابة لأبي نعيم:۔ ۱/ ۲۱۴]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا:

صحح أبو نعيم أنه مات في خلافة عثمان بخبر ذكره عن زر بن حبيش أنه لقيه في خلافة عثمان.

ابونعیم نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وفات عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئی ہے ۔ اپنی ذکر کردہ اس دلیل کی بنیاد پر کی زر بن حبیش نے عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان سے ملاقات کی ہے۔ [تهذيب التهذيب لابن حجر:۔ ۳/ ۱۸۰]۔

معلوم ہوا کہ عبدالعزیز بن رفیع نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا دور پایا ہی نہیں ۔

۞ مشہور حنفی نیموی کہتے ہیں:

عبد العزيز بن رفيع لم يدرك أبی بن كعب.

عبدالعزیز بن رفیع نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا[اثارالسنن:۳۹۷]۔

لہٰذا یہ روایت منقطع ہے۔

نیز یہ روایت منقطع ہونے کے ساتھ ساتھ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول صحیح روایت کے خلاف بھی ہے کیونکہ متعدد صحیح روایات میں منقول ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے گیارہ رکعات پڑھاتے تھے، دیکھیے: ص

اسی طرح یہ روایت عہدِ نبوی میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بھی خلاف ہے جس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رضامندی ظاہر کی تھی، دیکھیے: ص ۲۷۔

معلوم ہوا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس ان سے آٹھ رکعات تراویح کا ثبوت ملتا ہے، والحمدللہ۔

۞ پانچواں اثر

عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ کا اثر:

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۸۱ھ) نے کہا:

حدثنا شجاع، ثنا هشيم، أنبا يونس، قال: شهدت الناس قبل وقعة ابن الأشعث وهم فی شهر رمضان، فكان يؤمهم عبد الرحمن بن أبی بكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وسعيد بن أبی الحسن، ومروان العبدی، فكانوا يصلون بهم عشرين ركعة، ولا يقنتون إلا فی النصف الثانی، وكانوا يختمون القرآن مرتين وزاد المروزی :فإذا دخل العشر زادوا واحدة.

یونس بن عبید العبدی البصری کہتے ہیں کہ میں نے اشعث کے فتنہ سے قبل ماہ رمضان میں لوگوں کو دیکھا انہیں صحابی رسول عبدالرحمان بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی الحسن اور مروان العبدی امامت کرواتے اور یہ انہیں بیس رکعات پڑھاتے تھے اور آدھے رمضان کے بعد ہی وتر پڑھتے تھے اور دو دفعہ قرآن ختم کرتے تھے۔ امام مروزی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو چار رکعات مزید اضافہ کرلیتے۔[فضائل رمضان لابن ابی الدنیا:۔ص:۵۳ قیام رمضان لمحمد بن نصر المروزی :۔ص:۲۱]۔

اولاً:

ہماری نظر میں یہ روایت ضعیف ہے اور اس کی سند کے ساتھ مذکورہ متن کا الحاق کسی راوی کا وہم ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عین اسی طریق سے دیگر اوثق لوگوں نے روایت کیا تو اس میں دیگر متن کا ذکر ہے، چنانچہ سب سے پہلے اس طریق پر غور کریں جو یوں ہے:

حدثنا شجاع ، ثنا هشيم ، أنبا يونس بن عبيد قال..........

اور عین اسی طریق سے اس روایت کو امام ابوداؤد جیسے ثقہ وثبت نے روایت کیا تو اس میں اسی طریق سے حسن بصری کی روایت یوں منقول ہے:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي، فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ أَبَقَ أُبَيٌّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الَّذِي ذُكِرَ فِي الْقُنُوتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَهَذَانِ الْحَدِيثَانِ يَدُلَّانِ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ أُبَيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ .

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرما دیا۔ وہ انہیں بیس رات نماز پڑھاتے تھے اور قنوت نہ کرتے تھے، مگر نصف اخیر میں قنوت کرتے تھے۔ اور جب آخری عشرہ آ جاتا تو جماعت کرانا چھوڑ دیتے اور اپنے گھر میں پڑھتے تھے تو لوگ کہتے کہ ابی بھاگ گئے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ دلیل ہے کہ قنوت کے بارے میں جو ذکر ہوا وہ صحیح نہیں ہے۔ اور یہ دونوں حدیثیں سیدنا ابی سے مروی اس حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل ہیں جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ [سنن أبي داؤد:۔ ۱/ ٤٥٤ رقم: ١٤٢٩]۔

ظن غالب یہی ہے کہ اس طریق کے ساتھ ابوداؤد رحمہ اللہ کی روایت ہی درست ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عین اسی طریق سے امام ابن ابی الدنیا نے دوسرے مقام پر یوں نقل کیا:

حدثنا شجاع بن مخلد ، قال: ثنا هشيم ، قال منصور: أنبا الحسن ، قال: كانوا يصلون عشرين ركعة ، فإذا كانت العشر الأواخر زاد ترويحة شفعين . [فضائل رمضان :۔ص: ٥٦]۔

یہ روایت بھی شجاع ہی کے طریق سے ہے، صرف ھشیم کے استاذ کی جگہ یونس کے بجائے منصور کا ذکر ہے، غور کریں کہ مذکورہ طریق ہی سے یہ روایت بھی حسن بصری سے منقول ہے نیز اس روایت کے اخیر میں یہ صراحت ہے کہ:

فإذا كانت العشر الأواخر زاد ترويحة شفعين.

یہ بالکل وہی الفاظ ہیں جو زیر بحث روایت میں بھی منقول ہیں جیسا کہ امام مروزی کے حوالہ سے شروع میں ہی درج کیا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فی الحقیقت زیر بحث روایت حسن بصری والی ہی روایت ہے، جس میں کسی راوی کے وہم سے دوسری غیر معلوم السند روایت بھی ضم ہوگئی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند گرچہ بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے مگر اس میں مخفی علت یہ ہے کہ اس کے متن میں راوی کے وہم کی وجہ سے دوسری روایت ضم ہوگئی ہے جس کی اصل سند نا معلوم ہے، اور اس روایت کے ساتھ جو سند ہے وہ حسن بصری کی روایت والی سند ہے جو کی منقطع ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

☆ **شجاع بن مخلد کی متابعت کا جائزہ:**

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ **سریج بن یونس** نے شجاع بن مخلد کی متابعت کی ہے جیسا کہ ابن عساکر نے کہا:

امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۷۱ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو غالب بن البنا أنا أبو محمد الجوهري أنا أبو عبد الله الحسين بن عمر بن عمران بن حبيش الضراب نا حامد بن محمد بن شعيب البلخي نا سريج بن يونس نا هشيم أنا يونس بن عبيد قال شهدت وقعة ابن الأشعث وهم يصلون في شهر رمضان وكان عبد الرحمن بن أبي بكرة صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وسعيد بن أبي الحسن وعمران العبدي فكانوا يصلون بهم عشرين ركعة ولا يقنتون إلا في النصف الثاني وكانوا يختمون القرآن مرتين .

یونس بن عبید العبدی البصری کہتے ہیں کہ میں نے اشعث کے فتنہ سے قبل (ماہ رمضان میں) لوگوں کو دیکھا انہیں صحابی رسول عبدالرحمان بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی الحسن اور مروان العبدی امامت کرواتے اور یہ انہیں بیس رکعات پڑھاتے تھے اور آدھے رمضان کے بعد ہی وتر

پڑھتے تھے اور دو دفعہ قرآن ختم کرتے تھے۔امام مروزی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو چار رکعات مزید اضافہ کر لیتے۔[تاريخ مدينة دمشق:۔١٣/٣٦ ،رجاله ثقات]۔

عرض ہے کہ یہ متابعت بجائے خود مختلف المتن ہے اس لئے کہ یہ جس طریق سے منقول ہے عین اسی طریق سے اسی روایت کو ابن الجوزی نے نقل کیا تو یہ متن نہ بیان کر کے حسن بصری کی روایت والا متن بیان کیا چنانچہ التحقیق لابن الجوزی میں عین اسی طریق کے ساتھ یہ روایت یوں ہے:

ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۹۷ھ) نے کہا:

أخبرنا به أبو المعمر أنبأنا محمد بن مرزوق أنبأنا أبو بكر أحمد بن على أنبأنا أبو محمد الجوهرى: ح و أنبأنا محمد بن عبد الملك عن الجوهرى: أنبأنا الحسين بن عمر الضراب حدثنا حامد بن محمد بن شعيب حدثنا سريج بن يونس حدثنا هشيم أنبأنا يونس عن الحسن أن عمر بن الخطاب جمع الناس على أبى بن كعب فكان يصلي بهم عشرين ليلة من الشهر ولا يقنت بهم إلا فى النصف الثانى فإذا كان العشر الأواخر تخلف فصلى فى بيته .

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرمادیا۔وہ انہیں بیس رات نماز پڑھاتے تھے اور قنوت نہ کرتے تھے، مگر نصف اخیر میں قنوت کرتے تھے۔اور جب آخری عشرہ آجاتا تو جماعت کرانا چھوڑ دیتے اور اپنے گھر میں پڑھتے تھے[التحقيق فى أحاديث الخلاف لابن الجوزى:۔١/٤٥٩ رجاله ثقات]۔

معلوم ہوا کہ اس طریق کے متن میں بھی وہی اختلاف ہے جو شجاع بن مخلد کے طریق میں ہے یعنی اس طریق سے بھی دونوں روایت نقل کی گئی ہیں، ایسی صورت میں مشکل یہ ہے کہ اس متابعت کو شجاع کے بیان کردہ کس متن کا متابع قرار دیں گے؟

ہم تو کہتے ہیں کہ اس متابعت کا بھی مختلف المتن ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ زیر بحث روایت کا متن صحیح طور سے ضبط نہیں کیا جاسکا ہے اور اس میں کسی دوسری روایت کے متن کی بھی آمیزش ہوگئی ہے۔

یادرہے کہ یہ طریق صرف انہیں روایات میں معروف ہے اور اس سے دیگر روایات منقول نہیں ہوئی ہیں لہٰذا تعدد متن اور تعدد روایت کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ لازمی بات یہی ہے کہ اس طریق سے نقل ہونا متن ایک ہی ہے، اور ہماری نظر میں راجح بات یہ ہے کہ یہ متن حسن بصری والی روایت ہی کی متن ہے اور وجہ ترجیح وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ شجاع بن مخلد کے طریق سے اصل روایت وہی ہے جو ابوداؤد میں ہے یعنی حسن بصری کی روایت ہے اور یہ روایت ضعیف ہے نیز اس میں عشـــرین رکعة کے بجائے عشرين ليلة ہے۔

ثانیاً:

یاد رہے کہ اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عبدالرحمان بن ابی بکر بیس رکعات سنت سمجھ کر پڑھ رہے تھے کیونکہ روایت میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے بلکہ امام مروزی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ سنت نہیں بلکہ مطلق نفل ہی کی نیت سے بیس رکعات پڑھتے تھے چنانچہ:

امام مروزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۹۴ھ) نے کہا:

يُونُسُ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَدْرَكْتُ مَسْجِدَ الْجَامِعِ قَبْلَ فِتْنَةِ ابْنِ الْأَشْعَثِ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ ،وَعِمْرَانُ الْعَبْدِيُّ كَانُوا يُصَلُّونَ خَمْسَ تَرَاوِيحَ ,فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ زَادُوا وَاحِدَةً ،وَيَقْنُتُونَ فِي النِّصْفِ الْآخِرِ ،وَيَخْتِمُونَ الْقُرْآنَ مَرَّتَيْنِ[قيام رمضان لمحمد بن نصر المروزی :۔ص:۲۲۲]۔

اس روایت میں ہے کہ **فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ زَادُوا وَاحِدَةً** یعنی آخری عشرہ میں ایک تراویح کا اور اضافہ کر لیتے تھے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ نفل سمجھ کر ہی پڑھتے تھے لہٰذا اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیا جائے تو اس سے بلا تعین آٹھ رکعات سے زائد تراویح پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

نوٹ: اس کتاب کے مشمولات مضامین کی شکل میں بہت عرصہ قبل انٹرنیٹ پر پیش گئے تھے لیکن کتابی شکل میں ان کی اشاعت اب ہو رہی ہے۔ نیز اشاعت کے وقت نظر ثانی کی گئی ہے اور کئی جگہ حذف واضافہ کیا گیا ہے، اور ساتھ میں عربی عبارات کا ترجمہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے کے پرانے مضامین میں اگر کوئی بات اس کتاب کے خلاف ملے تو اسے منسوخ سمجھا جائے۔

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

فوائد ابی بکر النیسابوری :(ق۱۳۵/ب) کی اس روایت کے صفحہ کا عکس جس میں یزید بن خصیفہ نے رکعات تراویح کی تعداد اکیس بتانے میں تردد کا اظہار کیا ہے۔

امام ابن عدی کتاب ''الکامل فی ضعفاء الرجال'' کی جلد اول کا ابتدائی صفحہ

الكامل
في ضعفاء الرجال

تأليف
الإمام الحافظ أبي أحمد عبد الله بن عدي الجرجاني
المتوفى سنة ٣٦٥هـ

تحقيق وتعليق
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض

شارك في تحقيقه
الأستاذ الدكتور عبد الفتاح أبو سنة
جامعة الأزهر

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية

امام ابن عدی کی کتاب ''الكامل في ضعفاء الرجال '' کے اس صفحہ کا عکس جس میں امام ابن عدی نے، ابوشیبہ کی روایت کو ''غير صالحة'' یعنی غیر درست کہا ہے۔

(٣٩٢) الجزء الأول إبراهيم بن الحكم

حدثنا عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز، حدثنا منصور بن أبي مزاحم، حدثنا أبو شيبة، عن سلمة ابن كهيل، عن منصور بن سعد، عن مصعب بن مالك قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «عَلَى كُلِّ الخلال يُطْبَعُ المُؤمِنُ إلا على الكَذِبِ والخِيَانَة»[1].

قال الشيخ: وهذ الحديث لا أعرفه إلا من هذا الطريق، ورواه أيضًا علي بن هاشم، عن الأعمش، عن أبي إسحاق، عن مصعب بن سعد، عن أبيه، عن النبي ﷺ نحوه.

حدثنا مغيرة بن الخضر بن زيادة بن المغيرة بن زياد بن مخارق[2] بن عبدالله البجلي الموصلي، حدثنا جعفر بن محمد بن جعفر المدائني، حدثنا أبي، عن إبراهيم بن عثمان، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: «إن من الشِّعْر حكمًا، وأصْدَق بيت تكلَّمت به العربُ قوله: ألا كُلّ شيء مَا خَلا الله بَاطِلٌ»[3].

قال الشيخ: وهذا الحديث عن هشام بن عروة قد أوصله قوم، وأرسله آخرون قوله: «إنّ من الشِّعرِ حِكَمًا».

وأما قوله: «وأصْدَقُ بَيْتٍ تكلمت به العَرَبُ»، زادنا فيه أبو شيبة هذا عن هشام بن عروة، وقد تابعوا أبا شيبة في قوله: «ألا كلُّ شيء ما خَلا اللهَ باطلٌ».

ولأبي شيبة أحاديث غير صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره، وهو ضعيف على ما بينته، وهو وإن كان نسب إلى الضعف، فإنه خير من إبراهيم بن أبي حية الذي تقدم ذكره.

٧٢/ ٧٢ إبْراهِيمُ بْنُ الحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، الصَّنْعَانِي[4]

حدثنا علي بن أحمد بن سليمان، حدثنا أحمد بن سعد بن أبي مريم قال: سمعت يحيى بن معين يقول: إبراهيم بن الحكم بن أبان ضعيف ليس بشيء.

١- ذكره الزبيدي في الإتحاف: ٧/ ٥١٨.

٢- في أ: مخراق.

٣- أخرجه ابن عساكر كما في التهذيب: ٢/ ٤٤٤، ٥/ ٣٢٠، ٦/ ٣٦٥، وعزاه له المتقي الهندي في الكنز: ٨٠٠٨.

٤- ينظر: تهذيب الكمال: ١/ ٥٢، تهذيب التهذيب: ١/ ١١٥، تقريب التهذيب: ١/ ٣٤، خلاصة تهذيب الكمال: ١/ ٤٣، الذيل على الكاشف: ١٩، تاريخ البخاري الكبير: ١/ ٢٨٤، الجرح والتعديل: ٢/ ٩٤.

دکتور بشار کی تحقیق سے طبع ہونے والی " تهذيب الكمال للمزی " کی جلد دوم کا ابتدائی صفحہ

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي

٦٥٤ - ٧٤٢ هـ

المجلد الثاني

حققه وضبط نصه وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

ساعدت جامعة بغداد على نشره

مؤسسة الرسالة

تهـذيـب الـكـمـال للمزى جلد دوم کے اس صفحہ کا عکس جس کے حاشیہ نمبر۴ میں اس کے محقق دکتور بشار عواد نے امام ابن عدی کے صحیح الفاظ ''غير صالحة'' نقل کیے ہیں۔

ابن مَعِين قال : حدثنا نوح بن دَرّاج ، قال : حدثني إبراهيم بن عُثمان ابن خُوَاستي وهو أبو شَيْبَة جدّ بني[1] أبي شَيْبَة .

وقالَ العَبّاس : سمعت يحيىٰ يقول[2] : قال يزيد بن هارون : ما قضىٰ على الناس رجل ـ يعني في زمانه ـ أعدل في قَضَاءٍ منه ، وكان يزيد بن هارون علىٰ كتابته أيام كانَ قاضياً .

وقال أبو أحمد بن عَدِي[3] : له أحاديث صالحة[4] وهو ضَعِيف علىٰ ما بيَّنته ، وهو وإن نَسَبُوه إلى الضَّعْف خيرٌ من إبراهيم بن أبي حَيَّة .

قالَ الهَيْثَم بن عَدِيّ[5] : توفي في خلافة هارون .

وقال قَعْنَب بن المُحَرّر[6] : ماتَ سنة تسع وستين ومئة[7] .

روىٰ له التِّرمِذيُّ وابنُ ماجةَ .

٢١٣ ـ دق : إبراهيم بن عَطاء بن أبي مَيْمونَةَ البَصْرِيُّ مولىٰ

(١) تحرفت « جد بني » في المطبوع من تاريخ الخطيب الى « حدثني » !

(٢) تاريخ يحيىٰ برواية عباس ٢/١٢ ، وتاريخ الخطيب ٦/١١٢.

(٣) الكامل : ٢ / الورقة : ٤٨.

(٤) الذي في نسختي المصورة من الكامل لابن عدي : « غير صالحة » وهو الأصوب فيما أرى لقول ابن عدي قبل هذا بعد أن أورد لإبراهيم جملة من الأحاديث غيرالصالحة : « ولأبي شيبة أحاديث غير صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره ، وهو ضعيف على ما بيّنته » . والظاهر لنا من المقارنات الكثيرة أن المزي اعتمد رواية أخرى من الكامل لابن عدي غير التي عندي ، لكثرة ما أجد من الاختلاف بين الذي في « الكامل » وبين الذي ينقله المزي عنه ، وهذا ليس من عادته فهو دقيق في النقل في الأغلب الأعم .

(٥) تاريخ بغداد للخطيب : ٦ / ١١٤ .

(٦) نفسه.

(٧) وذكره ابن سعد في الطبقة السادسة من أهل الكوفة وقال : هو ضعيف الحديث (الطبقات : ٦ / ٣٨٤) ، وتناوله ابن حبان في (المجروحين : ١ / ١٠٤) . وضعفه ابن الجارود ، والدارقطني ، وأبو علي الطوسي ، وأبو حفص ابن شاهين ، وعبد الله بن المبارك ، وأبو الفتح الأزدي ، وأبو زرعة الرازي (إكمال مغلطاي : ١ / الورقة : ٦٠) .

علامہ عینی رحمہ اللہ کی کتاب ''عمدة القاری'' کی جلد گیارہ (۱۱) کا ابتدائی صفحہ

تأليف
الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني
المتوفى سنة ٨٥٥ هـ

ضبطه وصححه
عبد الله محمود محمد عمر

طبعة جديدة مرقمة الكتب والأبواب والأحاديث
حسب ترقيم المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف

الجزء الحادي عشر

يحتوي على الكتب التالية:
تتمة الصوم - التراويح - فضل ليلة القدر - الاعتكاف - البيوع
من الحديث (١٩٩٥) إلى الحديث (٢١٩٢)

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

”عـمـدة الـقـاری“ کا وہ صفحہ جس میں علامہ عینی رحمہ اللہ نے بیس (۲۰) رکعات تراویح والی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت نقل کی ہے۔

٣١ - كِتَابُ التَّرَاوِيحِ / باب (١) ١٨١

١١٨ / ٢٠١٢ ــــ حدّثنا يَحْيَى بنُ بُكَيْرٍ قال حدَّثنا اللَّيْثُ عنْ عُقَيْلٍ عن ابنِ شِهابٍ قال أخبرني عُرْوَةُ أنَّ عائِشَةَ رضي الله تعالى عنها أخبرَتْهُ أنَّ رسولَ الله ﷺ خرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فصَلَّى في المَسْجِدِ وصلَّى رِجالٌ بِصلاتِهِ فأصبحَ النَّاسُ فتحدَّثُوا فاجْتَمَعَ أكْثَرُ مِنْهُمْ فصَلُّوا معَهُ فأصْبَحَ النَّاسُ فتحدَّثُوا فكَثُرَ أهْلُ المَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فخَرَجَ رسولُ الله ﷺ فصَلَّى فصلُّوا بِصَلاتِهِ فلَمَّا كانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عجَزَ المَسْجِدُ عنْ أهْلِهِ حتَّى خرَجَ لِصَلاةِ الصُّبْحِ فلَمَّا قَضَى الفَجْرَ أقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فتَشَهَّدَ ثُمَّ قالَ **أمَّا بعْدُ فإنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكانُكُمْ ولَكِنِّي خَشِيتُ أنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فتَعْجِزُوا عنْها**، فتُوُفِّيَ رسولُ الله ﷺ والأمْرُ علَى ذلِكَ. [انظر الحديث ٧٢٩ وأطرافه].

مطابقته للترجمة مثل مطابقة الحديث السابق، وهذا الحديث بعين هذا الإسناد والمتن مضى في كتاب الجمعة في: باب من قال في الخطبة بعد الثناء: أما بعد. **قوله:** «**فتوفي رسول الله، ﷺ، والأمر على ذلك**» من كلام ابن شهاب والزهري. فافهم.

١١٩ / ٢٠١٣ ــــ حدّثنا إسْماعِيلُ قال حدَّثني مالِكٌ عنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ عنْ أبي سَلَمَةَ ابنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أنَّهُ سَألَ عائِشَةَ رضي الله تعالى عنها كَيْفَ كانَتْ صلاةُ رسولِ الله ﷺ في رمَضانَ فقالَتْ ما كانَ يَزِيدُ في رمَضانَ ولاَ في غَيْرِها على إحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أرْبعاً فَلاَ تَسَلْ عنْ حُسْنِهِنَّ وطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أرْبَعاً فَلاَ تَسَلْ عنْ حُسْنِهِنَّ وطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاثاً فقُلْتُ يا رسولَ الله أتَنامُ قَبْلَ أنْ تُوتِرَ قال يا **عائِشَةُ إنَّ عَيْنَيَّ تَنامَانِ ولا يَنامُ قَلْبِي**. [انظر الحديث ١١٤٧ وطرفه].

مطابقته للترجمة تؤخذ من **قوله:** «**ما كان يزيد في رمضان**»، وهذا الحديث قد مضى في كتاب التهجد في: باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره، فإنه أخرجه هناك: عن عبد الله بن يوسف عن مالك، وهنا: عن إسماعيل بن أبي أويس عن مالك، وقد مضى الكلام فيه هناك مستوفى.

قوله: في الحديث السابق: «خشيت أن تفرض عليكم»، قيل: يؤخذ منه أن الشروع ملزم، إذ لا يظهر مناسبة بين كونهم يفعلون ذلك ويفرض عليهم إلاَّ ذلك، وقال **بعضهم:** فيه نظر، لأنه يحتمل أن يكون السبب في ذلك ظهور اقتدارهم على ذلك من غير تكلف، فيفرض عليهم. انتهى. قلت: في نظره نظر، لأن السبب في ذلك ليس ما ذكره، لأن ما ذكره أمر لا يوقف عليه في نفس الأمر، وإنما السبب في ذلك هو أنه ﷺ خشي أن يفرض عليهم لما جرت به عادتهم: أن ما داوم عليه من القرب فرض على أمته، وأيضاً: خاف أن يظن أحد من أمته بعده إذا داوم عليها أنها واجبة، فتركها شفقة على أمته. **قوله:** «**ما كان يزيد في رمضان...**» إلى آخره. **فإن قلت:** روى ابن أبي شيبة من حديث ابن عباس: «كان رسول الله، ﷺ، يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر؟ قلت: هذا الحديث رواه أيضاً أبو القاسم البغوي في (معجم الصحابة)، قال: حدثنا منصور بن أبي مزاحم حدثنا أبو شيبة عن

''عمدة القاری'' کا وہ صفحہ جس میں بیس رکعات تراویح والی روایت کے راوی ''ابوشیبہ'' سے متعلق علامہ عینی نے نقل کیا کہ: امام شعبہ نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔

١٨٢ ٣١ - كتاب التراويح / باب (١)

الحكم عن مقسم عن أبي عباس الحديث، وأبو شيبة هو إبراهيم بن عثمان العبسي الكوفي قاضي واسط، جد أبي بكر بن أبي شيبة، كذبه شعبة، وضعفه أحمد وابن معين والبخاري والنسائي وغيرهم، وأورد له ابن عدي هذا الحديث في (الكامل) في مناكيره.